محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

جلد دوئم

تالیف

خواجہ شمس الدین عظیمی

معروف روحانی اسکالر، نظریہ رنگ ونور کے محقق، ۷۲ کتابوں کے مصنف ومولف

حضرت خواجہ شمس الدین عظیمی صاحب

نے اپنے مخصوص انداز واسلوب میں سیرت طیبہ پر قلم اٹھایا ہے اس سلسلے کی
تین جلدیں اب تک منظر عام پر آچکی ہیں۔

محمد رسول اللہ (جلد اوّل)

کتاب کے اس حصے میں بتایا گیا ہے کہ

☆ شرک کو ختم کرنے، توحید کو عام کرنے اور روحانیت کو متعارف کرانے کیلئے حضور ﷺ نے کس طرح پریشانیوں کا سامنا کیا۔

☆ یہ کتاب پڑھ کر ایک مرکز توحید پر قائم رہنے کا جرات مندانہ حوصلہ پیدا ہوتا ہے۔

محمد رسول اللہ (جلد دوئم)

کتاب کے اس حصے میں معجزات کی سائنسی تشریح کی گئی ہے۔

☆ چاند کے دوٹکڑے کس طرح ہوئے؟

☆ منبر رسولؐ کے قریب کھجور کے درخت کے رونے کی آواز صحابہ کرام نے کس قانون کے تحت سنی؟

☆ کہکشانی دنیاؤں سے خاتم النبیین کا براہ راست تعلق کن بنیادوں پر قائم ہے۔

محمد رسول اللہ (جلد سوم)

کتاب کے اس حصے میں

☆ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے قصوں میں مخفی حکمت بیان کی گئی ہے۔

☆ حضرت سلیمانؑ کے قصے میں TIME کو LESS کرنے کا قانون۔

☆ حضرت داؤدؑ کے ہاتھوں میں لیزر شعاعیں۔

☆ حضرت عزیرؑ کے واقعہ میں DEEPFREEZER کا علم۔

☆ سائنسی توجیہات۔ مستقبل کے انکشافات۔

☆ قوموں کے عروج وزوال کی داستانیں۔

الکتاب پبلی کیشنز: 1.K.5 ناظم آباد کراچی۔ فون: 6622784
E, mail : salam_arif@yahoo.com



اشاعت بار سوئم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔مئی 2003

قیمت:۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔-/95

کمپوزنگ۔۔۔۔۔۔اقبال لیزر کمپوزنگ ناظم آباد کراچی

پروسسنگ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ٹرائیو گرافکس ناظم آباد

پبلشرز۔۔۔۔۔۔۔۔۔الکتاب پبلیکیشنز ناظم آباد کراچی

☆☆☆☆☆

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

نمبر شمار	فہرست مضامین	صفحہ نمبر

یَا صَاحِبَ الجمال و یا سَیّد البشر ؐ

مِن وجہک المنیر لقد نوّر القمر ؐ

لایمکن الثناء کما کان حقّہٗ

بعد از خدا بزرگ توہی قصہ مختصر

دیباچہ

لفظ معجزہ کا ماخذ ''عجز'' ہے، مفہوم یہ ہے کہ کوئی کام کرنے سے عاجز ہونا۔نبوت کی صداقت کے لئے خرقِ عادت کا ظاہر ہونا معجزہ ہے۔

خرقِ عادت انبیاء کرام کے علاوہ نوعِ انسانی کے دیگر افراد سے بھی صادر ہوئی ہیں۔ انبیاء اور روحانی طاقت رکھنے والے انسانوں کے کتنے ہی واقعات اس کے شاہد ہیں۔پاک طینت حضرات سے خرقِ عادات کا اظہار رشد و ہدایت اور تنبیہہ کے لئے ہوتا ہے۔ روحانی سائنس کی پہلی کتاب''لوح وقلم'' میں ابدال حق حضورقلندر بابا اولیاءؒ لکھتے ہیں:

تصرف کی تین قسمیں ہیں:

۱۔ معجزہ

۲۔ کرامات

۳۔ استدراج

استدراج وہ علم ہے جو اعراف کی بری روحوں یا شیطان پرست

جنات کے زیرِ سایہ کسی آدمی میں خاص وجوہ کی بناء پر پرورش پاجاتا ہے۔ صاحبِ استدراج کو اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ علمِ استدراج اور علمِ نبوت میں یہی فرق ہے کہ استدراج کا علم غیب بینی تک محدود رہتا ہے اور علمِ نبوت انسان کو غیب بینی کی حدوں سے گزار کر اللہ کی معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔

علمِ نبوت کے زیرِ اثر جب کوئی خارق عادت نبی سے صادر ہوتی ہے تو اس کو معجزہ کہتے ہیں۔ ختمِ نبوت و رسالت کے بعد یہ وراثت اولیاء اللہ کو منتقل ہوئی اور اولیاء اللہ سے صادر ہونے والی خارقِ عادت کرامت کہلائی لیکن یہ بھی علمِ نبوت کے زیرِ اثر ہوتی ہے۔ معجزہ اور کرامت کا تصرف مستقل ہوتا ہے۔ مستقل سے مراد یہ ہے کہ جب تک صاحبِ تصرف اس چیز کو خود نہ ہٹائے وہ نہیں ہٹے گی۔ استدراج کے زیرِ اثر جو کچھ ہوتا ہے وہ مستقل نہیں ہوتا اور اس کا اثر فضا کے تاثرات بدلنے سے خودبخود ضائع ہوجاتا ہے۔ استدراج کے زیرِ اثر جو کچھ ہوتا ہے اس کو جادو کہتے ہیں۔

قرآنِ حکیم نے انبیاء کرام کو عطا کردہ معجزات کو اللہ کی نشانیاں کہا ہے:

"پھر بچا دیا ہم نے اس کو، اور جہاز والوں کو اور رکھا ہم نے جہاز کو نشانی جہان والوں کے لئے"۔
(عنکبوت ۔ ۱۵)

"اللہ کی اونٹنی تمہارے واسطے نشانی ہے"۔ (اعراف ۔ ۱۳)

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب نبوت کا اعلان فرمایا تو کفار نے مطالبہ کیا کہ آپؐ کوئی معجزہ دکھائیں۔ قرآن نے مکہ کے منکرین کا مطالبہ ان الفاظ میں دہرایا ہے۔

ترجمہ:
"وہ (محمد رسول اللہﷺ) ہمارے پاس اپنے رب کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نہیں لاتے ہیں"۔ (طٰہٰ ۔ ۱۳۳)

ترجمہ:
"اس پر اس کے رب کی جانب سے نشانیاں کیوں نہیں اتاری جاتیں؟" (عنکبوت ۔ ۵۰)

ترجمہ:
"تو انہیں چاہیے کہ ہمارے پاس کوئی نشانی لائیں جیسے پہلے انبیاء بھیجے گئے تھے"۔ (الانبیاء ۔ ۵)

نبی سے ظاہر ہونے والی واضح دلیل کو انبیاء کی تعلیمات کو جھٹلانے والے جادو و سحر کہتے تھے۔ قرآن نے خارقِ عادت کے مطالبے کے جواب میں فرمایا:

ترجمہ:
"اگر یہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو اس سے منہ پھیر

لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ جادو تو ہمیشہ سے ہوتا چلا آیاہے۔" (القمر۔ ۲)

ترجمہ:

"کہہ دیجئے کہ بلاشبہ نشانیاں تو اللہ ہی کے پاس ہیں۔"

(عنکبوت۔ ۵۰)

تاریخ شاہد ہے کہ انبیاء کرامؑ سے معجزات کا ظہور اتمامِ حجت کے لئے ہوا ہے۔لیکن ناسعید لوگ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائے۔

ترجمہ:

"اور بچا دیا ہم نے موسیٰ کو اور جو لوگ تھے اس ساتھ سارے۔ پھر ڈبو دیا ان دوسروں کو اس چیزمیں ایک نشانی ہے۔اور نہیں وہ بہت لوگ ماننے والے۔"

(الشعراء۔ ۶۵۔ ۶۷)

حضرت صالحؑ کی قوم پتھر سے زندہ سلامت اونٹنی نکالنے کا معجزہ دیکھ کر بھی راہ راست پر نہیں آئی تو قانون قدرت نے پکڑ لیا۔

ترجمہ:

"اور تحقیق جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں کو اور دیں ہم نے ان کو نشانیاں سو رہے ان کو ٹلاتے اور تھے تراشتے پہاڑوں کے گھر خاطر جمع سے۔ پھر پکڑا ان کو چنگھاڑ نے صبح ہوتے۔ پھر کام نہ آیا ان کو جو کماتے تھے۔"

(الحجر ۸۰۔۸۴)

حضرت عیسیٰ کے معجزات دیکھ کر صرف گنتی کے چند لوگ ایمان لائے۔محمد رسول اللہ ﷺ کے معجزات دیکھ کر بھی کفار مکہ کے دلوں میں ایمان کی روشنی داخل نہیں ہوئی۔ جب آپ کو ہجرت کر کے مدینہ منورہ میں ضیاء پاشی کا حکم ہوا تو کفار مکہ کے حصے میں رسوائی اور بدبختی آئی۔آپؐ اور آپؐ پر ایمان لانے والے غالب اور فاتح بن کر دوبارہ مکے میں داخل ہوئے۔

پاک باطن نفوس کے لئے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسّلام کی ذات اقدس معجزہ ہے۔انہیں ایمان سے سرفراز ہونے کے لئے کسی مافوق الفطرت واقعہ کی تلاش نہیں ہوتی۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ،حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور دوسرے نامورؓ صحابی معجزہ دیکھے بغیر ایمان لائے۔

ہر نبی کو اس دور کے ماحول، قوم کے مزاج،عقل و فہم اور افتادِ طبع کی مناسبت سے معجزات سے نوازا گیا۔حضرت موسیٰؑ کا دور جادو ٹونہ اور طلسم کے عروج کا زمانہ تھا۔ آپ کو یدبیضاء اور عصا کے معجزات عطا فرمائے گئے۔فرعون کے دربار میں موجود ساحروں نے

رسیاں اور لاٹھیاں پھینکیں جو سانپ بن گئیں۔ حضرت موسیٰؑ کو
حکم ہوا:

"ڈال اپنا عصا، پس وہ ان کے فریب کو نگل گیا"۔
(اعراف ۔ ۱۱۷)

اور جب موسیٰ نے اپنی قوم کی سیرابی کے لئے دعا کی تو حکم ہوا۔

"پتھر پر اپنا عصا مار تب پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ
نکلے"۔ (البقرہ ۔ ۶۰)

حضرت عیسیٰ کے زمانے میں علمِ طب عروج پر تھا۔ اللہ تعالیٰ
نے حضرت عیسیٰؑ کو مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا دینے اور
مُردوں کو زندہ کر دینے کا معجزہ عطا فرمایا:

"اور جب تو بناتا مٹی سے جانور کی صورت میرے حکم
سے، پھر دم مارتا اس میں تو ہوجاتا جانور میرے حکم سے،
اور چنگا کرتا ماں کے پیٹ کا اندھا اور کوڑھی کو میرے
حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا مُردے میرے حکم سے"۔
(المآئدہ۔ ۱۱۰)

حضرت صالح کے دور میں مجسمہ سازی اور سنگ تراشی کا فن بامِ
عروج پر تھا۔ منکرین نے اپنی ذہنی سکت کے مطابق ناممکن چیز کو
ظاہر کرنے کا مطالبہ کیا، آپؑ نے پہاڑ کی طرف اشارہ کیا، چٹان شق
ہوگئی اور زندہ سالم اونٹنی اس میں سے برآمد ہوئی اور بچے کو جنم دیا۔
حضرت صالحؑ کی قوم کو تنبیہہ کی گئی:

"یہ اللہ کی اونٹنی ہے جو تمہارے واسطے نشانی ہے"۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے بعد قرآن علی الاعلان کہتا
ہے:

"اے لوگو! بلاشبہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف
سے سند پہنچ چکی ہے"۔ (النساء ۔ ۱۷۴)

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیاتِ مقدسہ کا ہر دور سمجھ بوجھ
رکھنے والوں کے لئے اللہ کی برہان ہے۔

بعثت کے بعد حق و باطن کے مابین تفریق ظاہر ہوگئی۔ کعبہ کو
مسمار کرنے کے ارادے سے آنے والے اپنے لاؤ لشکر سمیت کھائے
ہوئے بھس میں تبدیل ہوگئے۔ برسوں سے خشک سالی کا شکار عرب،
بارانِ رحمت سے سر سبز ہوگیا۔

ایک ہزار سال سے جلائی ہوئی مجوسیوں کی آگ بجھ گئی۔ زلزلہ
کی شدت سے کسریٰ کے محل کے چودہ کنگرے گرگئے۔ ہمدان اور قم
کے درمیان چھ میل لمبا چھ میل چوڑا بحیرہ سارہ خشک ہوگیا۔ کوفہ
اور شام کے درمیان وادی سماوہ کی خشک ندی میں پانی جاری ہوگیا۔
معجزات اور خوارق عادات کا احاطہ کرنا انسانی دسترس سے باہر ہے۔

تاریخ کے حوالے سے حیاتِ طیبہ میں جن خارقِ عادات کا ظہور ہوا ہے زیرِ نظر صفحات میں بصد احترام و ادب پیش کرنے کی سعادت حاصل کررہا ہوں ساتھ ساتھ محض اللہ کے کرم اور سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے اس عاجز نے معجزات کی سائنسی توجیہہ کے لئے قلم اٹھایا ہے۔

خواجہ شمس الدین عظیمی

خانوادہ سلسلہ عظیمیہ

مرکزی مراقبہ ہال، سرجانی ٹاؤن، کراچی

یکم رمضان ۱۴۱۷ ھجری

بمطابق ۱۱ جنوری ۱۹۹۷ عیسوی

قرآن اور آسمانی کتابیں

محمد رسول اللہؐ، سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذاتِ اقدس سراپا اعجاز ہے۔ انبیائے سابقین کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے مختلف ذرائع سے آپؐ کو ہدایات ملتی رہتی تھیں۔ چودہ سو سال پہلے حضرت جبرئیلؑ جو احکامات لے کر زمین پر اترے وہ آج بھی من و عن موجود ہیں۔ قرآن اپنی اصل حالت میں اس ہی طرح ہے جیسے ۱۴۰۰ سال پہلے تھا۔ اس میں نقطہ اور زیر و زبر کا فرق بھی نہیں ہے۔ اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے لی ہے۔

دوسری آسمانی کتابیں زمانے کے رد و بدل کے ساتھ تحریف اور قطع برید سے محفوظ نہ رہ سکیں جبکہ کتنے ہی انبیاء پر نازل ہونے والے صحائف محفوظ نہیں ہیں۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام جس زمانے میں مبعوث ہوئے اس وقت عرب فصاحت و بلاغت میں بامِ عروج پر تھا۔ مکہ کے باشندوں نے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہونے والے احکامات میں جب شک و شبہ کیا اور اس کو کلامِ الٰہی ماننے میں پس و پیش کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

ترجمہ:

"کہتے ہیں کہ یہ بات بنا لایا؟ کوئی نہیں! پر ان کو یقین نہیں۔ پھر چاہئیے کہ لے آویں کوئی بات اسی طرح کی، اگر وہ سچے ہیں۔ (الطور ۳۳ ۔ ۳۴)

قرآنِ پاک کی بے مثل فصاحت و بلاغت، رسول اللہؐ کا دوسرا بڑا اعجاز ہے۔ عرب کے بڑے بڑے نامور دانشور، جب قرآن کی نظیر پیش کرنے سے قاصر رہے تو کفارِ مکہ نے لوگوں سے کہنا شروع کردیا کہ محمدؐ کے پاس نہ جاؤ، ان کا کلام نہ سنو ورنہ تم پر بھی ان کی فصاحت و بلاغت کا جادو چل جائے گا۔ حلیم الطبع لوگ جب سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبانِ مبارک سے یا پھر کسی اور ذریعہ سے قرآنی آیت سنتے تو کہتے کہ ہم نے شاعروں کاہنوں اور جادوگروں کا کلام سنا ہے لیکن محمدؐ جو کچھ کہتے ہیں وہ ان سب سے اعلیٰ اور ماوراء ہے۔ حضرت عمرؓ کا قبولِ اسلام، سرداروں کا حلقہ بگوشِ اسلام ہونا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کا محمد رسول اللہؐ کو نبی برحق تسلیم کرنا مخبرِ صادق صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے۔

صادق، امین، درِیتیم، باعثِ تخلیقِ کائنات، بعد از خدا بزرگ توئی قصہ مختصر۔ محمد رسول اللہؐ کی پوری زندگی، معجزات سے معمور ہے۔

روح کی گہرائیوں میں تفکر کیا جائے تو حضورِ پاکؐ کی پوری حیاتِ طیبہ معجزہ ہے۔ رسول اللہؐ کا دنیا میں تشریف لانا اور نبوت کے مقام پر سرفراز ہونا، حق کا پیغام عام کرنے کے لئے ناقابلِ برداشت تکالیف اور صعوبتیں برداشت کرنا بھی معجزے کے دائرے سے باہر نہیں ہے۔

حضورِ پاکؐ کی زندگی میں جو معجزات رونما ہوئے وہ سب تاریخ کے صفحات پر موجود ہیں اور قرآنِ پاک نے بھی ان کی شہادت فراہم کی ہے۔

ستارے قریب آئے

عثمان بن العاص کی والدہ فاطمہ بنتِ عبد اللہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیدائش کے وقت بی بی آمنہ کے پاس موجود تھیں۔ جس وقت آپؐ پیدا ہوئے انہوں نے دیکھا کہ سارا گھر نور سے بھر گیا اور ستارے اس قدر قریب آگئے کہ گمان ہوا کہ ستارے زمین پر گر پڑیں گے۔

پنگوڑے میں چاند

عباسؓ بن عبد المطلب کہتے ہیں۔ ابتدائی عمر میں آپؐ پنگوڑے میں انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کرتے تو چاند اسی طرف جھک جاتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ میں چاند سے باتیں کرتا تھا اور چاند مجھ سے باتیں کرتا تھا۔

مائی حلیمہ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ولادت سے قبل مکہ میں قحط سالی

تھی۔ بنو سعد کی حلیمہ سعدیہؓ اپنے قبیلے کی عورتوں کے ساتھ مکہ میں آئیں۔ ان کا شیرخوار بچہ عبد اللہ، ان کے شوہر اور ایک اونٹنی ان کے ہمراہ تھی۔ کمزور و نزار ماں اور نحیف اونٹنی کے دودھ سے بچے کی غذائی ضروریات پوری نہ ہوتی تھیں۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حلیمہ کی گود میں آئے تو مائی حلیمہ کی قسمت جاگ اٹھی۔ مائی حلیمہ کا خشک سینہ دودھ کا چشمہ بن گیا۔ نحیف و نزار اونٹنی میں بجلیاں دوڑ گئیں۔ تھن دودھ سے بھر گئے۔ میاں بیوی نے سیر ہوکر اونٹنی کا دودھ پیا۔ اونٹنی قافلے کے سب جانوروں سے آگے چل رہی تھی۔ ساتھ کی عورتیں حیران ہوکر پوچھتی تھیں:

اے ابو زیب کی بیٹی! کیا یہ وہی سواری ہے؟

مائی حلیمہ نے جواب دیا۔

"واللہ! سواری تو وہی ہے سوار بدل گیا ہے۔"

دو اجنبی

حضورؐ کی عمر دو سال ہوگئی تو حلیمہ سعدیہؓ محمدؐ کو والدہ کے پاس مکہ واپس لے آئیں۔ ان دنوں مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی۔ حلیمہ سعدیہؓ نے حضرت آمنہؓ سے عرض کیا "بہتر ہوگا آپ اپنے بیٹے کو مزید کچھ عرصہ میرے پاس اور رہنے دیں تاکہ محمدؐ یہاں کی وبا سے محفوظ رہیں۔

حضرت آمنہؓ نے حضورؐ کو حلیمہ سعدیہؓ کے ساتھ واپس بھیج دیا۔ ایک روز محمدؐ اپنے رضاعی بھائی عبد اللہ کے ساتھ بھیڑیں چرانے گئے ہوئے تھے۔ عبداللہ دوڑتا ہوا حلیمہ سعدیہؓ کے پاس آیا اور چلاّ کر کہا، "اماں جان! جلدی آیئے میرے قریشی بھائی کو دو اجنبی اپنے ساتھ لے گئے ہیں۔ یہ سن کر حلیمہ سعدیہؓ اور ان کے شوہر بھاگ کر چراگاہ پہنچے دیکھا کہ محمدؐ کھڑے ہیں اور چہرے کا رنگ بدلا ہوا ہے۔ مائی حلیمہ فرطِ محبت سے محمدؐ سے لپٹ گئیں۔ محمدؐ نے بتایا کہ سفید لباس پہنے دو اجنبی شخص میرے پاس آئے۔ انہوں نے مجھے زمین پر لٹا دیا۔ ایک نے میرے پیٹ کو سینے تک چاک کردیا پھر اس نے میرے سینے سے دل نکالا اور اس میں سے خون کی ایک سیاہ پھٹکی نکال کر پھینک دی۔ پھر دوسرا شخص آگے بڑھا۔ اس کے ہاتھ میں چاندی کی طرح پانی سے بھرا ہوا طشت تھا۔ اس نے میرے دل کو دھوکر سینے میں واپس رکھ دیا اور دل پر مہر لگا کر پیٹ اور سینے کو سی دیا۔ حلیمہ اور اس کے شوہر نے حیران ہوکر محمدؐ کی طرف دیکھا کیونکہ نہ تو محمدؐ کے لباس پر خون کا کوئی دھبہ تھا اور نہ جسم پر کوئی نشان تھا۔

* * *

روحانی نقطۂ نظر سے ہر انسان میں دو دماغ کام کرتے ہیں۔ جب

کوئی بچہ دنیا میں آتا ہے تو بتدریج اس کے اوپر مادی حواس کا غلبہ ہوجاتا ہے اور مادی حواس کا غلبہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وہ غیب کی چیزیں نہیں دیکھ سکتا۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بچپن کے ان واقعات میں یہ اسرار کھلتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بچپن میں بھی غیب دیکھتے تھے۔ اس لئے کہ حضرت جبرائیلؑ کا نظر آنا، سینۂ مبارک کا شق ہونا، قلبِ مطہر کو طشتری میں رکھنا، اس کو دھونا اور سینۂ مبارک میں رکھ کر شگاف کو بند کرنا یہ سب غیب کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ اس سارے واقعہ میں یہ بات بڑی فکر طلب ہے کہ مائی حلیمہؓ ان کے شوہر اور حضورؐ کے رضاعی بھائی عبد اللہ نے جب حضورؐ کو دیکھا تو سینے کے شق ہونے اور دل باہر نکالنے کے اثرات موجود نہیں تھے۔ انتہا یہ ہے کہ لباس پر خون کا کوئی داغ دھبہ نہیں تھا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پاکؐ نے بچپن میں ایسی ماورائی حالت کا مشاہدہ کیا جو عام آدمی نہیں کرسکتا۔



بادلوں کا سایہ

ایک دوپہر حضرت حلیمہ سعدیہؓ نے دیکھا کہ بچے دھوپ میں کھیل رہے ہیں۔ آپؓ نے بچوں کو سائے میں کھیلنے کی ہدایت کی۔ حضورؐ کی رضاعی بہن نے اپنی والدہ کو بتایا، اماں جان! میرا قریشی بھائی دھوپ کی تمازت سے محفوظ ہے۔ بادل اس پر سایہ کرتا ہے، جب یہ چلتا ہے تو بادل اس کے ساتھ چلنے لگتا ہے اور جب یہ ٹھہر جاتا ہے تو بادل بھی رک جاتا ہے۔

ترجمہ:

"خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں۔ پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اور انہیں بدلیوں میں تقسیم کرتا ہے۔ پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے نپکتے ہیں۔ یہ بارش جب وہ اپنے بندوں پر، جن پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکایک وہ خوش و خرم ہوجاتے ہیں"۔ (سورہ الروم-۴۸)

بارش کا وسیلہ

خشک سالی کی وجہ سے جب مکہ میں قحط پڑ گیا تو لوگ حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہا "اے ابوطالب! بچے قحط کی وجہ سے بھوک سے بلک رہے ہیں، کعبہ میں چل کر دعا کیجئے۔"

ابوطالب نے کمسن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کعبہ میں آکر دعا کی۔ دیکھتے ہی دیکھتے آسمان پر بادل چھا گئے اور موسلادھار بارش برسی، ابوطاب نے آپؐ کی شان میں یہ شعر کہا:

"وہ خوبصورت چہرہ جس کے فیضان سے بارش برستی ہے"۔

درخت پتھر سجدے میں گر گئے

بارہ برس کی عمر میں ابوطالب کے ساتھ بصرہ میں جب محمدؐ نے قیام کیا تو بحیراء راہب نے محمدؐ کا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا "اللہ نے انہیں رحمت اللعالمین بنایا ہے"۔ ابوطالب نے حیران ہوکر پوچھا آپ کو کیسے معلوم ہوا کہ محمدؐ رحمت اللعالمین ہیں؟

بحیراء راہب نے کہا "تم لوگ گھاٹی کے اس جانب تھے، میں نے دیکھا کہ کوئی چیز ایسی نہ تھی جو محمدؐ کے احترام کے لئے جھک نہ گئی ہو۔

نبیوں کا درخت

امین و صادق کی حیثیت سے محمد رسول اللہؐ کا شہرہ عام تھا۔ حضرت

خدیجۃ الکبریٰؓ مکہ کی معزز تاجر تھیں۔ انہوں نے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے درخواست کی کہ وہ ان کا سامانِ تجارت لے کر شام تشریف لے جائیں۔ میسرہ آپ کا ہمسفر تھا۔ بصریٰ میں نسطوراء راہب کی خانقاہ کے قریب تجارتی قافلے نے پڑاؤ ڈالا۔ نسطوراء میسرہ کے پاس آیا اور اس سے پوچھا تمہارے ساتھ کون ہے۔ میسرہ نے کہا، میرے ساتھ محمدؐ ہیں۔ یہ خاندانِ بنو ہاشم کے چشم و چراغ ہیں۔ مکہ کے رہنے والے ہیں اور ان کا لقب امین ہے۔

نسطوراء نے کہا، جس درخت کے نیچے محمدؐ آرام کر رہے ہیں اس درخت کے نیچے نبیوں کے علاوہ کسی نے قیام نہیں کیا۔ مجھے یقینِ کامل ہے کہ یہ مبارک شخص وہی ہے جس کا تذکرہ توریت اور انجیل میں ہے۔ میں اس ہستی میں وہ تمام نشانیاں دیکھ رہا ہوں جو مقدس آسمانی کتابوں نے آخری نبی کے لئے بیان کی ہیں۔

* * *

انسان کے مادی وجود کے اوپر روشنیوں کے دو غلاف ہیں۔ اور ان دونوں غلافوں میں بجلی دوڑتی رہتی ہے۔ ایک غلاف میں روشنیاں پازیٹو اور دوسرے غلاف میں نیگیٹو پازیٹو ہوتی ہیں۔ ان روشنیوں کے فلو (Flow) سے حواس بنتے ہیں۔ حواس کی دو سطح ہیں۔ ایک سطح فرد کی ذہنی حرکت ہے اور دوسری سطح وہ ہے جو فرد کی ذہنی حرکت کو کائناتی سسٹم سے ملاتی

ہے۔ حواس ہمہ وقت تقسیم ہوتے رہتے ہیں۔ حواس کی تقسیم سے ایک طرف اعضائے جسمانی بنتے ہیں اور دوسری طرف اعضائے جسمانی کی صلاحیتیں تخلیق ہوتی ہیں۔ جسمانی فعلیت میں بھی تقسیم کام کرتی ہے۔ آنکھ، کان، ناک، زبان، پیر، حواس کی تقسیم ہیں۔ آنکھ کا دیکھنا، کان کا سننا اور پیر کا پیمائش کرنا زبان میں ذائقہ اور ناک میں سونگھنے کی حس جسمانی فعلیت ہے۔ اس کے برعکس حواس میں جو تحریکات ہوتی ہیں وہ ماورائی تحریکات ہیں جو تواتر کے ساتھ قائم رہتی ہیں۔

لمحات بہ یک وقت دو سطحوں میں حرکت کرتے ہیں۔ ایک سطح کی حرکت کائنات کی ہر شئے میں الگ الگ ہے۔ یہ حرکت اس شعور کی تعمیر کرتی ہے جو شئے کو اس کی منفرد ہستی کے دائرے میں دکھاتی ہے۔

دوسری سطح کی حرکت کائنات کی تمام اشیاء میں بہ یک وقت جاری ہے اگر کوئی شخص دوسری سطح کا ادراک حاصل کرلے جو ریاضت و مجاہدہ اور مراقبہ کے ذریعہ ممکن ہے تو کائنات کے مخفی گوشے سامنے آنے لگتے ہیں۔ بحیراء راہب اور نسطوراء نے رہبانیت کے نظام کے تحت دنیا سے الگ تھلگ ہوکر اپنے اندر ایسی صلاحیت بیدار کرلی تھی کہ جس صلاحیت سے غیب کے کچھ مخفی گوشے سامنے آجاتے ہیں۔ اسی صلاحیت کی بنیاد پر بحیراء راہب اور نسطوراء نے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں انکشافات کئے۔

نوٹ: اسلام میں رہبانیت جائز نہیں ہے۔ "لا رہبانیت فی الاسلام"۔

تبت یدا

ابولہب اور اس کی بیوی محمد رسول اللہؐ کے چچا چچی تھے۔ جب حضورؐ دعوتِ حق دیتے تو ابولہب مجمع کے پاس جاکر کہتا تھا کہ اس کی بات نہ سنو یہ مجنوں اور دیوانہ ہے۔ اس کی بیوی امِ جمیل جنگل سے کانٹے دار لکڑیاں چن چن کر لاتی اور حضورؐ کے راستے میں ڈال دیتی تھی۔ اس کے بارے میں سورۃ لہب نازل ہوئی۔

ترجمہ:

"ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ اور وہ نامراد ہوا۔ نہ تو اس کا مال اس کے کچھ کام آیا اور نہ جو اس نے کمایا۔ ضرور وہ بھڑکتی ہوئی آگ میں ڈالا جائے گا اور اس کے ساتھ اس کی بیوی بھی جو ایندھن سر پر اٹھائے پھرتی ہے۔ اس کے گلے میں مونج کی رسّی ہوگی۔"
(پارہ ۳۰)

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بیت اللہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ تشریف فرما تھے۔ امِ جمیل حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مخاطب

ہوئی، "ابوبکر تمہارا ساتھی کہاں ہے؟ اس نے میری ہجو کی ہے۔"

محمد رسول اللہؐ وہاں موجود تھے۔ لیکن ابولہب کی بیوی کو نظر نہیں آئے۔

* * *

لہب کے معانی شعلے کے ہیں۔ ابولہب کا اصلی نام عبد العزیٰ تھا۔ ابولہب سرخ و سفید شعلہ رو تھا۔ غالباً اسی وجہ سے ابولہب پکارا جاتا تھا۔ ابولہب بیت اللہ کے بیت المال کا نگراں تھا۔ بیت المال پر اس نے اس طرح قبضہ کر رکھا تھا کہ بیت المال کا بڑا حصہ یتیموں، مسکینوں اور حاجیوں پر خرچ ہونے کی بجائے اس کے خزانے میں جمع ہوتا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوتِ حق سن کر اسے محسوس ہوا کہ اس کا احتساب کا وقت قریب آگیا ہے اور وہ اس اعزاز اور مال و دولت سے محروم ہوجائے گا جو اسے حاصل ہے۔ چنانچہ اس نے آپؐ کی مخالفت کی اور مخالفت میں بڑے بڑے دشمنوں کو پیچھے چھوڑ دیا۔ قرآن نے اس سورہ میں حضورِ پاکؐ کے دشمن کی سیاسی قوت ٹوٹ جانے کی پیشین گوئی کی ہے، جو پوری ہوئی۔ غزوۂ بدر کے کچھ عرصے بعد وہ چیچک میں مبتلا ہوا۔ اس بیماری کے دوران چھوت کے اندیشے سے اس کے ساتھیوں نے، اس کے بیٹوں نے اور اس کے خاندان نے اس کی تیمار داری بھی نہیں کی۔ وہ اسی بے کسی

کے حال میں مرگیا اور کئی دن اس کی لاش سڑتی رہی۔ بالآخر لوگوں کے طعنوں سے تنگ آکر اس کے بیٹوں نے مزدوروں کی مدد سے مکہ کے بالائی حصہ میں لاش پھینکوا دی اور اس پر اتنے پتھر پھینکے کہ لاش پتھروں میں ڈھک گئی۔

ابولہب کی بیوی اس زمانے میں خاتونِ اول تھی جو نہایت خوبصورت اور جمیل تھی۔ اس سورہ میں ابو لہب کی ذلت کی وہ تصویر نمایاں ہے جو قیامت کے دن ہوگی۔ دنیا میں خاتونِ اول بن کر ہیرے جواہرات کے قیمتی ہار پہن کر اتراتی پھرتی تھی۔ قیامت کے دن یہی ہار موٹی رسّی کی شکل میں بدل جائیں گے اور وہ اسی طرح پھرے گی جیسے کوئی کنیز گلے میں رسّی ڈال کر لکڑیاں چننے جارہی ہو۔ ابولہب کی بیوی اُمِ جمیل چونکہ حضورؐ کو اذیت پہنچانے میں اپنے شوہر کے ساتھ برابر کی شریک رہی اس لئے جہنم میں اپنے شوہر کے ساتھ ان جرائم کی سزا بھگتے گی جو اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دشمنی میں کئے ہیں۔

دو کمانوں سے کم فاصلہ

ترجمہ:

"پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو رات ہی رات ادب والی مسجد (مسجد الحرام) سے پرلی مسجد (مسجد الاقصیٰ) تک جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں کہ دکھاویں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے، وہی ہے سنتا دیکھتا"۔ (بنی اسرائیل)

رجب کی ۲۷ ویں شب سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی چچازاد بہن *اُمِ ہانی کے گھر میں آرام فرما رہے تھے کہ گھر کی چھت شق ہوئی۔ آپؐ نے دیکھا کہ جبرائیلِ امین فرشتوں کے ہمراہ تشریف لائے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو زم زم کے کنویں کے پاس لے گئے۔ وہاں جبرائیلؑ نے سینہ مبارک کھول کر دل باہر نکالا اور آبِ زم زم سے دھونے کے بعد دوبارہ سینہ میں رکھ دیا۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام براق پر سوار ہوکر بیت المقدس تشریف

---

*ایک روایت یہ ہے کہ آپؐ کعبہ سے متصل شمالی حصے حطیم میں آرام فرما رہے تھے۔ جب جبرائیل آپؐ کے پاس حاضر ہوئے۔

لے گئے۔ مسجد اقصیٰ میں حضورؐ نے انبیاء علیہم السلام کی امامت فرمائی۔ اس کے بعد آپؐ کی خدمت میں دودھ اور شراب کے پیالے پیش کئے گئے۔ آپؐ نے دودھ پسند فرمایا۔ حضرت جبرائیلؑ نے کہا آپؐ نے فطرت کو اختیار کیا ہے۔

بیت المقدس سے آپؐ عالمِ بالا کی طرف روانہ ہوئے۔ آسمانوں میں آپؐ نے جلیل القدر پیغمبروں سے ملاقات کی۔ پہلے آسمان پر حضرت آدمؑ آپؐ کو ملے۔ دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰؑ نے آپؐ کا استقبال کیا۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسفؑ نے آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ چوتھے آسمان پر حضرت ادریسؑ سے ملاقات ہوئی۔ پانچویں آسمان پر حضرت ہارونؑ اور چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰؑ آپ کے استقبال کے لئے موجود تھے۔ ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ نے ساتویں آسمان پر آپؐ کو خوش آمدید کہا۔ ساتویں آسمان پر "بیت المعمور" دیکھا۔ ساتویں آسمان کے بعد سدرۃ المنتہیٰ تک حضرت جبرائیل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خالقِ کائنات کی تسبیح و تقدیس فرمائی اور حجابِ عظمت کا معائنہ کیا۔ پھر آپؐ پر حجابِ کبریا منکشف ہوا۔ حجابِ کبریا منکشف ہونے کے بعد سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حجابِ محمود میں تجلیات کا مشاہدہ کیا اور مقامِ محمود میں اللہ کو دیکھا۔

ترجمہ:

"دل نے جو دیکھا، جھوٹ نہیں دیکھا۔"

(سورہ نجم)

معراج شریف میں بارگاہِ ربّ العزت سے انعامات و عطیات مرحمت کئے گئے۔ مفسرین نے تین اکرامات کا بطورِ خاص تذکرہ کیا ہے۔

۱۔ سورۃ البقرہ کی آخری آیات جن میں اسلام کے رہنما اصول بیان کئے گئے ہیں۔

۲۔ اُمتِ محمدیؐ کی بخشش کا وعدہ، مگر جو لوگ شرک کے مرتکب ہوں گے وہ اس انعام سے محروم رہیں گے۔

۳۔ نمازِ پنجگانہ کی فرضیت۔

ترجمہ:

"قائم کرو صلوٰۃ سورج کے ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک اور قرآن پڑھنا فجر کا، بیشک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو۔ اور کچھ رات جاگتا رہ، اس میں فائدہ ہے تجھ کو، شاید کھڑا کرے تجھ کو تیرا رب تعریف کے مقام میں"۔ (بنی اسرائیل ۷۸ ـ ۷۹)

روایات ملتی ہیں کہ معراج کے سفر میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آسمانوں میں حیرت انگیز مناظر دیکھے۔ آپؐ نے جنت

کی سیر کی اور دوزخ کے طبقات آپؐ کو دکھائے گئے۔ نیک و بد لوگوں کا مقام دیکھا اور ان مقامات پر اعمال کی جزا و سزا کا مشاہدہ کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کے داروغہ رضوان سے ملاقات کی اور جنت کے باغوں میں گھوم پھر کر ان کا معائنہ کیا۔

قرآن میں ہے:

ترجمہ:

"مومن مردوں اور عورتوں سے اللہ کا وعدہ ہے کہ انہیں ایسے باغ دے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے۔ ان سدا بہار باغوں میں ان کے لئے پاکیزہ قیام گاہیں ہوں گی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ کی خوشنودی انہیں حاصل ہوگی یہی بڑی کامیابی ہے"۔ (توبۃ ـ ۷۲)

ترجمہ:

"متقی لوگوں کے لئے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ اس کی شان یہ ہے کہ اس کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں، اس کے پھل دائمی ہیں اور اس کا سایہ لازوال ہے۔ یہ انجام ہے متقی لوگوں کا اور منکروں کے لئے دوزخ ہے"۔ (رعد ـ ۳۵)

ترجمہ:

"ہمیشہ رہنے والی جنتیں ہیں جن میں یہ لوگ داخل ہوں گے۔ وہاں انہیں سونے کے کنگنوں اور موتیوں سے آراستہ کیا جائے گا، وہاں ان کا لباس ریشم ہوگا اور وہ کہیں گے کہ شکر ہے اس خدا کا جس نے ہم سے غم دور کردیا، یقیناً ہمارا رب معاف کرنے والا اور قدر فرمانے والا ہے"۔ (فاطر ۳۳ ـ ۳۵)

ترجمہ:

"جنت میں داخل ہو جاؤ تم اور تمہارے زوج تم شاد کیے جاؤ گے۔ ان کے سامنے سونے کی طشتریاں اور سونے کے پیالے پیش کئے جائیں گے اور ان میں وہ چیزیں ہوں گی جو دل کو پسند اور آنکھوں کے لئے لذت بخش ہوں گی اور تم اس میں ہمیشہ رہو گے اور یہ وہ جنت ہے جس کے تم وارث بنائے گئے اپنے اعمال کے صلے میں۔ اور تمہارے لئے اس میں بہت سے میوے ہوں گے جن میں سے تم کھاؤ گے"۔ (الزخرف ۷۰ ـ ۷۳)

ترجمہ:

"متقی لوگ وہاں باغوں اور نعمتوں میں ہوں گے۔ لطف

لے رہے ہوں گے ان چیزوں سے جو ان کا رب انہیں دے گا،
اور ان کا رب انہیں دوزخ کے عذاب سے بچالے گا۔ (ان
سے کہا جائے گا) کھاؤ اور پیو مزے سے اپنے ان اعمال کے
صلے میں جو تم کرتے رہے ہو۔ وہ آمنے سامنے بچھے ہوئے
تختوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے اور ہم خوبصورت
آنکھوں والی حوریں ان سے بیاہ دیں گے۔ جو لوگ
ایمان لائے ہیں اور ان کی اولاد بھی کسی درجۂ ایمان
میں ان کے نقشِ قدم پر چلی ہے ان کی اس اولاد کو بھی
ہم (جنت میں) ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل
میں کوئی گھاٹاان کو نہ دیں گے، ہر شخص اپنے کسب کے
عوض رہن ہے۔ ہم ان کو ہر طرح کے پھل اور گوشت،
جس چیز کو بھی ان کا جی چاہے گا خوب دیئے چلے
جائیں گے۔ ان کے درمیان ایسی شراب کے پیالوں کے تبادلے
ہو رہے ہوں گے جو لغویت اور گناہ سے پاک ہوگی۔ ان
کی خدمت کے لئے ایسے خوبصورت لڑکے ہوں گے جیسے
چھپا کر رکھے ہوئے موتی"۔ (الطور ۱۷ ۔ ۲۴)

ترجمہ:

"متقیوں کے لئے جس جنت کا وعدہ کیا گیا ہے اس کی

شان تو یہ ہے کہ اس میں نہریں بہہ رہی ہوں گی نتھرے
ہوئے پانی کی، نہریں بہہ رہی ہوں گی ایسے دودھ کی
جس کے ذائقے میں ذرا فرق نہیں آیا ہو گا۔ نہریں بہہ
رہی ہوں گی ایسی شراب کی جو پینے والوں کے لئے لذیذ
ہوگی، نہریں بہہ رہی ہوں گی صاف شفاف شہد کی،
اس میں ان کے لئے ہر طرح کے پھل ہوں گے اور ان کے رب
کی طرف سے بخشش ۔" (محمد ۔ ۱۵)

ترجمہ:

"بے شک اہلِ جنت آج اپنی دلچسپیوں میں مگن ہوں
گے وہ اور ان کے زوج سایوں میں مسندوں پر تکیہ
لگائے ہوئے بیٹھیں گے اور اس میں ان کے لئے میوے
ہوں گے اور ان کے لئے وہ سب کچھ ہوگا جو وہ
طلب کریں گے، ربِ رحیم کی طرف سے ان کو سلام
کہا گیا ہے"۔ (یٰسین ۵۵ ۔ ۵۸)

ترجمہ:

"اور انہوں نے جو صبر کیا اس کے صلے میں ان کو
جنت اور ریشمی لباس عطا کرے گا۔ وہاں وہ اونچی
مسندوں پر تکیے لگائے بیٹھے ہوں گے۔ نہ انہیں دھوپ

کی گرمی ستائے گی نہ جاڑے کی سردی۔ جنت کی
چھاؤں ان پر جھکی ہوئی سایہ کر رہی ہو گی اور
اس کے پھل ان کی دسترس میں ہوں گے اور ان کے
سامنے چاندی کے برتن اور شیشے کے پیالے گردش میں
ہوں گے۔ شیشے، چاندی کی قسم کے ہوں گے۔ ان کو
انھوں نے نہایت موزوں اندازوں کے ساتھ سجایا ہوگا۔
ان کو وہاں ایسی شراب کے جام پلائے جائیں گے جس
میں زنجبیل (سونٹھ) کی آمیزش ہوگی۔ یہ جنت
کاایک چشمہ ہے جسے سلسبیل کہا جاتا ہے۔ ان کی
خدمت میں غلمان حاضر ہوں گے جو ہمیشہ لڑکے ہی
رہیں گے۔ تم ان کو دیکھو تو سمجھو کہ موتی ہیں
جو بکھیر دیئے گئے ہیں۔ وہاں جدھر بھی نگاہ ڈالو گے
نعمتیں ہی نعمتیں اور ایک عظیم بادشاہی دیکھو گے۔
ان کے اوپر باریک رشیم کے سبز لباس اور اطلس و دیبا
کے کپڑے ہوں گے، ان کو چاندی کے کپڑے پہنائے جائیں
گے اور ان کا رب ان کو نہایت پاکیزہ شراب پلائے گا۔
بے شک یہ تمہارے عمل کا صلہ ہے اور تمہاری
کوشش مقبول ہوئی"۔ (الدھر ۱۱ ۔ ۲۲)

ترجمہ:

"اور ان کے لئے جو اپنے رب کے حضور پیشی سے ڈرتے
رہے دو باغ ہوں گے۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو
تم جھٹلاؤ گے۔ ہری بھری ڈالیوں سے بھرپور۔ اپنے رب
کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔ ان کے اندر دو
چشمے جاری ہوں گے۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو
تم جھٹلاؤ گے۔ ان میں ہر میوے کی دو قسمیں ہوں
گی۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔
جنتی لوگ ایسے فرشوں پر تکیہ لگا کر بیٹھیں گے جن
کے استر دبیز ریشم کے ہوں گے۔ اپنے رب کے کن کن
انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔ ان نعمتوں کے درمیان باحیا
حوریں ہوں گی جن کو ان سے پہلے کسی انسان یا جن
نے چھوا نہیں ہوگا اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم
جھٹلاؤ گے۔ ایسی خوبصورت جیسے ہیرے اور موتی۔
اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔ نیکی
کا بدلہ نیکی کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے۔ اپنے رب کے
کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔ ان دو باغوں کے
سوا دو باغ اور ہوں گے۔ اپنے رب کے کن کن انعامات

کو تم جھٹلاؤ گے۔ گھنے سرسبز وشاداب باغ۔ اپنے رب
کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔ ان میں دو
چشمے فواروں کی طرح ابلتے ہوئے ہوں گے۔ اپنے رب کے
کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔ ان میں بکثرت پھل،
کھجور اور انار ہوں گے۔ اپنے رب کے کن کن انعامات
کو تم جھٹلاؤ گے۔ ان میں نیک سیرت اور خوبصورت
حوریں ہوں گی۔ حوریں، خیموں میں رہنے والیاں اپنے
رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔ ان جنتیوں
سے پہلے کبھی کسی انسان یا جن نے ان کو چھوا نہ
ہوگا۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم جھٹلاؤ گے۔
وہ جنتی سبز قالینوں اور نفیس و نادر فرشوں پر تکیے
لگا کے بیٹھیں گے۔ اپنے رب کے کن کن انعامات کو تم
جھٹلاؤ گے۔ بڑی برکت والا ہے تیرے رب جلیل و
کریم کا نام"۔ (الرحمٰن ۴۷ ـ ۷۸)

روایت کے مطابق محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج
کی شب دوزخ کے داروغہ سے ملاقات کی اور دوزخ کے عذاب میں
مبتلا لوگوں کے حالات آپؐ کو بتلائے گئے۔ آپؐ نے دیکھا کہ:

۱۔ کچھ لوگوں کو ان کے اپنے بدن کا گوشت کاٹ کاٹ کر کھلایا

جارہا تھا۔ یہ چغل خور اور غیبت کرنے والے لوگ تھے۔

۲۔ کچھ لوگ جن کے ہونٹ اونٹ کے ہونٹوں کی طرح تھے اور
ان کے منہ میں پتھروں کے انگارے ٹھونسے جارہے تھے۔ یہ
یتیموں کا مال ہضم کرنے والے لوگ تھے۔

۳۔ سود خوروں کو دیکھا کہ ان کے شکموں میں سانپ بھرے ہوئے
تھے۔ ان کے پیٹ اتنے بڑے بڑے تھے کہ وہ اپنی جگہ سے
ہل نہیں سکتے تھے۔ سود خوروں کے گروہ کے ایک فرد کو اس
حال میں بھی دیکھا کہ وہ خون کی ندی میں تیر رہا تھا جب تیرتے
ہوئے کنارے تک آیا لوگ اس کو پتھر مارتے اور وہ واپس پلٹ
جاتا تھا۔

۴۔ ناجائز دولت کمانے والوں کو متعفن اور سڑاند سے بھرا ہوا
گوشت کھاتے ہوئے دیکھا۔

۵۔ چند لوگوں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ اور زبانیں کاٹی جارہی ہیں۔
زبان اور ہونٹ صحیح ہوجاتے اور دوبارہ تکلیف دہ عمل شروع ہو
جاتا تھا۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بتایا گیا کہ یہ بے عمل
منبر نشین، خطیب، واعظ اور عالم ہیں جو دوسروں کو نصیحت کرتے
تھے اور خود اس پر عمل نہیں کرتے تھے۔

۶۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک چھوٹے سے پتھر سے

بہت بڑا بیل نکلتے دیکھا جو کہ دوبارہ پتھر میں داخل ہونے کی کوشش میں لگ جاتا تھا۔ آپؐ کو بتایا گیا کہ یہ حال اس شخص کا ہے جو بُری بات منہ سے نکال کر شرمندہ ہوتا ہے لیکن اس کو واپس لینے پر قدرت نہیں رکھتا۔

معراج میں سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زمین پر سینکڑوں میل کا فاصلہ طے کیا اور ہزاروں لاکھوں نوری سال کے فاصلے پر آسمان کی حدود میں داخل ہوئے۔ فرشتوں کی حد سے آگے تشریف لے گئے اور خدائے کریم سے ہم کلام ہوئے اور اس سفر سے جب واپس لوٹے تو گھر کے دروازے کی کنڈی اسی طرح ہل رہی تھی جس طرح جاتے وقت ہلتی ہوئی چھوڑ گئے تھے۔

معراج سے واپس تشریف لانے کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمِ ہانی سے رات کے واقعہ کا تذکرہ کیا تو انہوں نے قریش کی استہزاء کے ڈر سے مشورہ دیا کہ اس کا ذکر لوگوں سے نہ کیا جائے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "میں ضرور ان سے تذکرہ کروں گا، میرا رب سچا ہے اور جو کچھ میں نے دیکھا ہے، سچ ہے۔"

معراج میں پیش آنے والے واقعات سن کر دل کے اندھے کفارِ مکہ آپؐ کا مذاق اڑانے لگے۔ کچھ مسلمان جن کا ایمان ابھی پختہ

نہیں تھا، مرتد ہوگئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے کفارِ مکہ نے کہا کہ نبوت کے دعویدار تمہارے ساتھی کا کہنا ہے کہ وہ رات ہی رات میں بیت المقدس ہو آئے ہیں تو انہوں نے جواب میں کہا "اگر محمدؐ کہتے ہیں تو یہ درست ہے، میں تو اس سے بھی زیادہ پر ایمان رکھتا ہوں کہ فرشتے ان کے پاس آتے ہیں۔"

قریش میں سے بہت سے لوگ بیت المقدس دیکھ چکے تھے۔ انہوں نے بیت المقدس کی طرزِ تعمیر اور دیگر چھوٹی چھوٹی تفصیلات کے بارے میں پوچھا، آپؐ کی نگاہوں کے سامنے بیت المقدس کی عمارت موجود ہوگئی اور آپؐ نے تمام تفصیلات بتادیں۔ کفارِ مکہ تذبذب کا شکار ہوگئے۔ ایک سردار نے تجارتی قافلوں کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں ہیں۔ حضرت محمد رسول اللہؐ نے تین قافلوں کے بارے میں تفصیلات بتائیں۔ کفار نے بیضاء کی گھاٹی کی طرف چند لوگوں کو تصدیق کے لئے بھیجا تو انہیں تیسرا قافلہ آتا ہوا نظر آگیا۔ باقی دو قافلے بھی وقتِ مقررہ پر مکہ پہنچ گئے۔

* * *

شبِ معراج کے قصے میں مفسرین نے ۵۰ نمازوں کا تذکرہ کیا ہے۔ لکھا ہے کہ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ ۵۰ نمازیں زیادہ ہیں۔ آپؐ ان میں تخفیف کرائیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے

گئے اور دس نمازیں کم کردی گئیں۔ حضرت موسیٰؑ نے پھر فرمایا کہ نمازیں اب بھی زیادہ ہیں اور کم کرائیے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام واپس تشریف لے گئے اور دس نمازوں کی تخفیف ہوئی۔ حضرت موسیٰؑ نے کہا کہ آپؐ کی امت تیس نمازیں ادا نہیں کرسکے گی۔ آپؐ دوبارہ بارگاہِ رب العزت میں نماز کم کرانے کی درخواست کیجئے اور اس طرح جب پانچویں مرتبہ حضورؐ رب العالمین کے پاس گئے تو پانچ نمازیں فرض ہوئیں۔ اس پر بھی حضرت موسیٰؑ نے فرمایا کہ نمازیں ابھی بھی زیادہ ہیں۔

معراج کے سلسلے میں یہ واقعہ راویتاً دہرایا جارہا ہے۔ میں مؤلف کتاب خواجہ شمس الدین عظیمی یہ عرض کرتا ہوں کہ اس واقعہ سے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم پر حضرت موسیٰؑ کی فضیلت ثابت کی جارہی ہے جبکہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بلند و اعلیٰ مرتبہ یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ تعالیٰ کو دوکمانوں سے بھی کم فاصلہ سے دیکھا اور اللہ تعالیٰ سے راز و نیاز کیا اور خود قرآن نے اس بات کی شہادت فراہم کی۔

"دل نے جو دیکھا جھوٹ نہیں دیکھا"۔ (سورہ نجم)

حضرت موسیٰؑ جلیل القدر صاحبِ کتاب پیغمبر ہیں لیکن خود اللہ نے فرمایا:

"ہم نے بعض رسولوں کو بعض رسولوں پر فضیلت دی اور بلند کیا ان میں بعضوں کا درجہ"۔

یہ عجیب و غریب تاویل ہے کہ جس میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو آخری نبی ہیں، جن پر دین کی تکمیل ہوچکی ہے۔ ان کو نو (۹) مقامات نیچے سے حضرت موسیٰؑ رہنمائی کررہے ہیں۔ جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰؑ کا مقام چھٹا آسمان ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مقامِ محمود کے اس پار اللہ تعالیٰ کا دیدار کیا اور دو کمانوں سے بھی کم فاصلے سے اللہ سے باتیں کیں۔ چھٹے آسمان کے اوپر ساتواں آسمان، عرش ، کرسی، بیت المعمور، سدرۃ المنتہیٰ، حجابِ عظمت، حجابِ کبریا، حجابِ محمود اور مقامِ محمود ہے۔ اس مقام تک خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی بھی پیغمبر کی رسائی نہیں ہوئی۔ پھر یہ کیسے ممکن ہوا کہ چھٹے آسمان سے اوپر نو (۹) مقامات کا حامل اللہ کا محبوب ترین بندہ پانچ مرتبہ اوپر سے نیچے آیا اور نیچے سے اوپر گیا۔ اللہ تعالیٰ میرے اوپر اور میری اولاد پر رحم کرے اور میری لغزشوں اور گناہوں کو معاف فرمائے۔ میری دانست میں یہ سب اسرائیلیات ہے۔

کسی پیغمبر کے اعلیٰ مراتب میں کوئی آدمی کمی بیشی نہیں کرسکتا۔ مگر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ یہ کیسے ممکن ہوا کہ حضرت موسیٰؑ

نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رہنمائی فرمائی جبکہ تمام آسمانی کتابوں میں، اس میں توریت بھی شامل ہے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کی پیشین گوئی موجود ہے۔

انسان کے اندر کھربوں جنریٹر کام کرتے ہیں۔ ان جنریٹرز کو چار نورانی نہریں فیڈ کرتی ہیں۔ ایک نہر کا منبع عرش، دوسری نہر کا مخزن حجابِ عظمت، تیسری نہر کا مصدر حجابِ کبریا اور چوتھی نہر کا سورس حجابِ محمود ہے۔ ایک ذات اور کل ذات کے درمیان تجلی ایک پردہ ہے۔ اس کے ذریعہ کل ذات کے تصورات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وصول ہوتے ہیں اور یہ وصولی چار نہریں نہرِ تسوید، نہرِ تجرید، نہرِ تشہید اور نہرِ تظہیر کے ذریعہ ہوتی ہے۔

نہرِ تسوید کی حدود عالمِ لاہوت، نہرِ تجرید کی حدود عالمِ جبروت، نہرِ تشہید کی حدود عالمِ ملکوت اور نہرِ تظہیر کی حدود عالمِ ناسوت ہے۔ عالمِ لاہوت میں علمِ الٰہی بصورتِ غیب متمکن ہے۔ عالمِ جبروت میں کائنات کی ماہیت اور جس غیب پر یہ ماہیت قائم ہے، موجود ہے۔ عالمِ جبروت کا دائرہ اپنی حدود سے نزول کرتا ہے تو اسے عالمِ ملکوت کہتے ہیں۔ عالمِ ملکوت جب اپنی حدود سے نزول کرتا ہے تو عالم محسوس بن جاتا ہے۔ عالمِ محسوس کو عالمِ ناسوت یا عالمِ دنیا بھی کہتے ہیں۔

علم کی دو قسمیں ہیں۔ علمِ حضوری .... علمِ حصولی۔

علمِ حضوری کی بھی دو قسمیں ہیں۔ غیب الغیب اور غیب یعنی علم القلم اور علمِ لوح۔ علمِ حضوری کائنات کے صفاتی احساس کا مجموعہ ہے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب الغیب، غیب، علم القلم اور علمِ لوح کے عارف و امین ہیں۔ چار نہروں کے نورانی تمثلات سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اِنر میں ذخیرہ ہیں۔ اس ذخیرے کی وجہ سے معراج کے سفر میں سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قوتِ پرواز جس کو ہم رفتار بھی کہہ سکتے ہیں اتنی زیادہ ہے کہ حضورؐ کا جسدِ مبارک ٹائم اسپیس کی گرفت سے آزاد ہوگیا اور حضورؐ روشنی سے بھی زیادہ رفتار سے مقامِ محمود میں تشریف لے گئے۔

ترجمہ:

"قسم ہے تارے کی جب ڈوبے۔ بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے۔ ان کا بولنا وحی ہے جو ان پر بھیجی جاتی ہے۔ اس کو سکھایا سخت قوتوں والے زور آور نے۔ پھر اصلی صورت پر نمودار ہوا۔ ایسی حالت میں کہ وہ بلند کنارے پر تھا۔ پھر وہ نزدیک آیا، پھر اور نزدیک آیا۔ پس دو کمانوں کے برابر فاصلہ رہ گیا۔ یا اس سے

بھی کم۔ پھر اللہ نے اپنے بندے سے باتیں کیں، جو کیں۔ جھوٹ نہیں دیکھا دل نے جو دیکھا۔ اب تم کیا اس سے جھگڑتے ہو اس پر جو اس نے دیکھا"۔

(سورہ نجم)

سائنس دانوں کے کہنے کے مطابق اگر ہم زمین اور سورج کا فاصلہ نو کروڑ میل تسلیم کرلیں تو سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پلک جھپکنے سے پہلے ایک ارب چوالیس کروڑ میل کا فاصلہ جانے کے لئے طے کیا اور ایک ارب چوالیس کروڑ زمین پر واپس تشریف لانے کے لئے فاصلہ طے کیا۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ حضور پاکؐ کی رفتارِ پرواز پلک جھپکنے سے بھی کم وقت میں دو ارب اٹھاسی کروڑ میل ہے۔

اس وقت سائنس کے سامنے سب سے اہم مسئلہ یہ ہے کہ زمان کی نفی کرکے زیادہ سے زیادہ رفتار پر کنٹرول حاصل کرلیا جائے اور سائنس کی تمام تر ترقی کا دارومدار رفتار کی تیزی اور وقت کی نفی ہے۔ لیکن کسی انسان کی رفتارِ پرواز اتنی کبھی نہیں ہوگی جتنی آخری پیغمبر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔

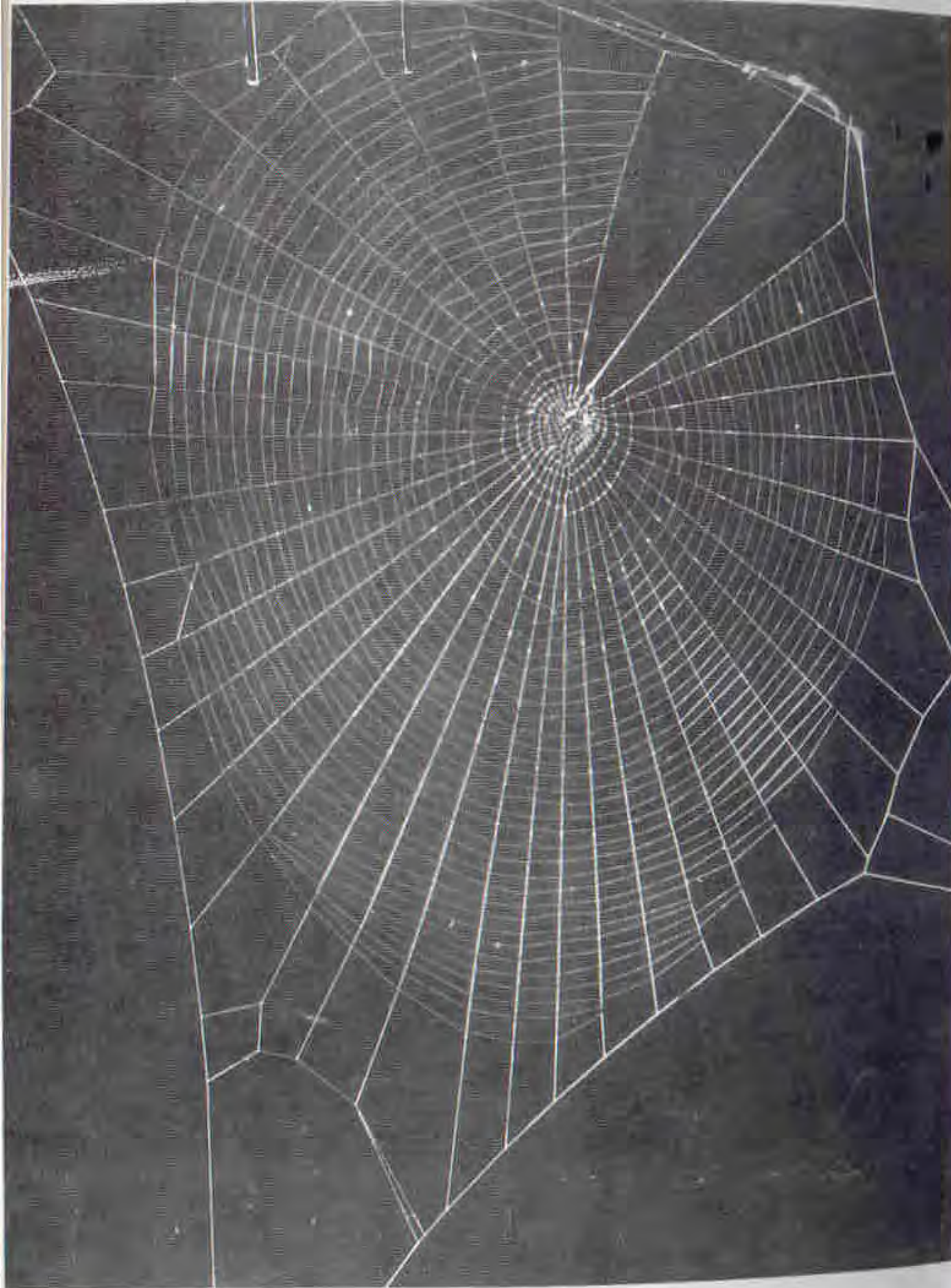
ہجرت کی رات

ہجرت کی رات جبکہ ایک تہائی رات گزری تھی۔ قریش کے مسلح نوجوانوں نے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کا محاصرہ کرلیا اور اس انتظار میں رہے کہ حضورؐ سو جائیں تو ان کا کام تمام کردیں۔ اس وقت حضورؐ کے پاس حضرت علیؓ موجود تھے۔ حضورؐ کے پاس کچھ امانتیں تھیں۔ آپؐ نے حضرت علیؓ سے فرمایا، "اے علی! تم میری چادر اوڑھ کر میرے بستر پر سو جاؤ، صبح امانتیں واپس کرکے تم بھی مدینہ چلے آنا"۔ رسولِ اکرمؐ نے خاک کی ایک مٹھی لی اور سورہ یٰسین کی یہ آیت پڑھی۔

ترجمہ:

"اور بنائی ہم نے ان کے آگے دیوار اور ان کے پیچھے دیوار، پھر اوپر سے ڈھانک دیا، سو ان کو نہیں سوجھتا۔" (یٰسین ۔ ۹)

آیت پڑھتے ہوئے خاک کی مٹھی کفارِ مکہ کے شمشیر بدست نوجوانوں کی طرف پھینک دی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی آنکھوں پر پردہ



ال دیا اور وہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ دیکھ سکے۔ حضورؐ ان کے درمیان سے گزر گئے۔ مشہور ہے کہ ہجرت کی شب جب پیچھا کرنے والے غارِ ثور کے قریب آگئے تو دفعتاً ببول کا درخت اگا اور اس کی شاخوں نے پھیل کر غار کو ڈھانپ دیا۔ ساتھ ہی دو کبوتر آئے اور درخت پر گھونسلہ بنا کر انڈے دے دیئے اور غار کے منہ کے آگے مکڑی نے جالا بُن دیا۔

مکڑی (عنکبوت) اپنا گھر تاروں سے بناتی ہے۔ ہر تار، چار باریک تاروں کا مجموعہ ہوتا ہے اور ہر باریک تار ہزار تاروں سے تیار ہوتا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر جالے کا ہر تار چار ہزار تاروں سے بنتا ہے۔ مکڑی کے جسم میں چار ہزار باریک نالیاں ہیں۔ ہر نالی سے ایک تار نکلتا ہے۔ نالیوں سے ذرا آگے چار سوراخ ہوتے ہیں۔ ہر سوراخ میں ایک ہزار تار داخل ہو کر ایک تار کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ دُم کے آخر میں صرف ایک نالی ہوتی ہے جس میں سے یہ چار تار گزر کر ایک دھاگہ بن جاتے ہیں۔

مکڑی چھت کے شہتیروں سے گوند نکال کر تاروں پر لگاتی ہے اور پھر ان تاروں سے اتنا مضبوط گھر بناتی ہے کہ ضعیف اور کمزور ترین گھر ہونے کے باوجود طوفان اور تند آندھیوں میں بھی نہیں ٹوٹتا۔

مکڑی کا جالا مسدس شکل کا ہوتا ہے۔ جس کا ہر ضلع نصف قطر کے برابر ہوتا ہے۔ مکڑی جالا بنتے وقت ہر تار پر پانچ چھ مرتبہ آتی جاتی ہے اور ہر بار ایک نئے تار کا اضافہ کرتی ہے۔ اس طرح جالے کا ہر تار اس قدر مضبوط ہوجاتا ہے کہ مکڑی سے آٹھ گنا زیادہ وزن تھام سکتا ہے۔ مکڑی چھ ماہ تک بھوکی رہ سکتی ہے۔ اس کی آٹھ آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ ایک وقت میں دو ہزار انڈے دیتی ہے۔ جنہیں ملائم اور سنہرے تاروں میں لپیٹ کر رکھتی ہے۔ مکڑی ضروریات کے مطابق مختلف رنگ کے تار نکال سکتی ہے۔ ہر تار ریشم کے تار سے نو گنا کم باریک ہوتا ہے۔

قرآنِ حکیم میں عنکبوت کا ذکر ہے:

ترجمہ:

"جو لوگ اللہ کو چھوڑ کر دوسروں سے تعلقات جوڑ لیتے ہیں وہ اس مکڑی کی طرح ہیں جو (مکھیوں کے شکار کے لئے) جالا تن لیتی ہے کاش انہیں معلوم ہوتا کہ مکڑی کا گھر دنیا میں کمزور ترین گھر ہے"۔

(عنکبوت ۔ ۴۱)

بظاہر بے وقعت اور معمولی نظر آنے والی اشیاء کی تکوین میں قدرت نے عقل و دانش، قوتِ تخلیق اور کمالِ صناعی کا حیرت آفرین

مظاہرہ کیا ہے۔ قرآن میں یہ بھی ہے:

ترجمہ:

"ہم یہ مثال لوگوں کی خاطر بیان کر رہے ہیں اور انہیں صرف اربابِ علم ہی سمجھ سکتے ہیں"۔

(عنکبوت ۔ ۴۳)

قرآنِ پاک میں ہے، "ہم نے زمین پر آدم کو اپنی نیابت کے اختیارات دیئے" یعنی زمین پر آدم اس طرح حاکم ہے کہ وہ زمین میں جس طرح چاہے تصرف کرسکتا ہے اور اس تصرف کی بنیاد پر زمین اور زمین میں موجود تمام اشیاء اور مخلوقات اس بات کی پابند ہیں کہ آدم کے حکم کی تعمیل کی جائے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہجرت کے وقت ایک مٹھی مٹی دم کرکے پھینکنا اس بات کی نشاندہی کرتا ہے کہ حضورِ پاکؐ کو مٹی یعنی زمین کے تمام عناصر پر پورا پورا تصرف حاصل تھا۔ جب حضورؐ نے مٹھی مٹی پھینکی اور اللہ کے ارشاد کے مطابق دشمنوں کی آنکھوں پر پردہ پڑ گیا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مٹی کے عناصر سے جتنی بھی تخلیقات عمل میں آتی ہیں وہ سب متحرک ہوگئیں۔

غارِ ثور میں جانے کے بعد یہ ضروری تھا کہ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر دشمن کی نظر نہ پڑے اور وہ دینِ حق کی تبلیغ کے

لئے بحفاظت مدینہ منورہ پہنچ جائیں۔ چونکہ زمین پر موجود ہر تخلیق میں مٹی اور مٹی کے عناصر کا عمل دخل ہے اس لئے مٹی کے وہ عناصر جو کیکر کا درخت اگاتے ہیں اور جن سے کبوتر پیدا ہوتا ہے متحرک ہوگئے۔

آدمؑ کو اللہ نے جب نیابت اور خلافت عطا کی اور یہ فرمایا کہ ہم نے آدمؑ کو اپنی تخلیقی صفات کے تمام علوم سکھا دیئے تو اس کا مفہوم یہ ہوا کہ آدم بحیثیت نائب اور خلیفہ کے تخلیقی اختیارات استعمال کرکے تصرف کرسکتا ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام چونکہ باعثِ تخلیق کائنات ہیں اور علم الاسماء کے امین ہیں۔ اس لئے زمین پر کیکر کے درخت اور کبوتر کے انڈوں کی تخلیق عمل میں آگئی۔

دو سردار

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بنو عامر کا ایک وفد مدینہ آیا۔ اس وفد میں عامر بن طفیل اور اربد بن قیس بھی تھے۔ دونوں اپنے قبیلے کے سردار تھے اور حضورؐ سے سخت عداوت رکھتے تھے۔ دونوں نے سازش کی کہ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو باتوں میں لگاکر وار کیا جائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کہا، ہم آپ سے تنہائی میں بات کرنا چاہتے ہیں۔ حضورؐ نے تنہائی میں ملنے سے انکار کردیا۔ وہ دونوں تنہائی میں بات کرنے پر اصرار کرتے رہے۔ جب بار بار کی تکرار کے باوجود حضورؐ نے عامر بن طفیل کی بات نہیں مانی تو اس نے کبرو نخوت کے ساتھ کہا:

"اللہ کی قسم! میں اس علاقے کو سواروں اور پیادہ فوج سے بھردوں گا کہ تمہیں ختم کرڈالیں۔"

یہ دھمکی دے کر وہ غصے سے پیر پٹختا ہوا چلا گیا۔ اس کے جانے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا مانگی۔

"اے اللہ! عامر بن طفیل کے مقابلے میں میرے لئے تو کافی

ہوجا۔"

عامر بن طفیل راستہ میں طاعون کی بیماری میں مبتلا ہوکر مرگیا اور اربد بن قیس اونٹ پر سوار ہوکر اسے فروخت کرنے کے لئے نکلا تو آسمان سے بجلی گری جس سے اونٹ اور اربد دونوں ہلاک ہوگئے۔

نگاہِ مردِ حق آگاہ

غزوۂ حنین کے موقع پر شیبہ بن عثمان نے (جو اس وقت تک ایمان نہیں لائے تھے) حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تنہا دیکھا تو انہیں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے اپنے والد اور چچا یاد آئے، شیبہ نے سوچا آج انتقام کا اچھا موقع ہے۔ انہوں نے دائیں طرف سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر حملہ کرنا چاہا تو دیکھا کہ حضورؐ کی دائیں جانب حضرت عباسؓ کھڑے ہیں۔ بائیں طرف سے حملے کا ارادہ کیا تو قریب پہنچنے پر ابوسفیانؓ بن حارث بن عبد المطلب کو بائیں طرف دیکھا۔ وہ پیچھے ہٹ آئے اور پشت سے تلوار چلانے کا ارادہ کیا تو بھڑکتی آگ کے شعلے درمیان میں حائل ہوگئے، آنکھیں چندھیا گئیں۔ وہ ڈر گئے کہ آگ انہیں اندھا کردے گی۔ اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف بھاگے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت

سکون اور اطمینان سے کھڑے شیبہ کی یہ تمام حرکات دیکھ رہے تھے۔
جب وہ آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر الٹے پاؤں پیچھے کی طرف بھاگے تو حضورؐ
نے انہیں بلایا۔ "اے شیبہ! اے شیبہ! میرے قریب آؤ۔" اور
ساتھ ہی حضورؐ نے دعا کی۔ "اے اللہ! شیبہ سے شیطان کو دور فرما
دے۔" شیبہ بن عثمان نے حضورؐ کی طرف دیکھا تو ان کی دنیا بدل
گئی اور انہیں اپنی جان سے زیادہ عزیز اور پیارے ہوگئے۔

جب چاند دو ٹکڑے ہوا

اعلانِ نبوت کو آٹھ سال گزر چکے تھے۔ ایک رات ابوجہل ایک
بہت بڑے یہودی عالم اور اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ محمد رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور تلوار لہراتے ہوئے کہا، "تم سے
پہلے نبیوں نے معجزات دکھائے ہیں تم بھی کوئی معجزہ دکھاؤ"۔ یہ سن
کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "کیا تم معجزہ دیکھ کر ایمان
لے آؤ گے۔ بولو! کیا دیکھنا چاہتے ہو"؟ ابوجہل سوچ میں پڑ گیا تو
یہودی عالم نے کہا، آسمان پر جادو نہیں چلتا۔ اور ابوجہل نے آسمان
کی طرف دیکھا۔ چودھویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ آسمان
پر چمک رہا تھا۔ ابوجہل نے کہا چاند کے دو ٹکڑے اس طرح کردو کہ
چاند کا ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر آجائے۔
رسولِ اکرمؐ نے انگشتِ شہادت سے چاند کی طرف اشارہ کیا۔ چاند دو
ٹکڑے ہوگیا۔ ایک ٹکڑا جبل ابوقبیس پر اور دوسرا ٹکڑا جبل قیقعان پر
نمودار ہوا۔ حضورؐ نے انگشتِ شہادت سے دوبارہ اشارہ کیا تو چاند کے
دونوں ٹکڑے پھر آپس میں مل گئے۔ یہودی عالم یہ معجزہ دیکھ کر

ایمان لے آیا۔ مگر ابوجہل نے کہا، "محمد نے جادو سے ہماری نظر باندھ دی ہے۔" شق القمر کی گواہی قافلے کے مسافروں نے بھی دی جو مکہ کی طرف سفر کر رہے تھے۔

* * *

اجرامِ فلکی میں سے چاند، زمین سے قریب ترین ہے۔ زمین سے چاند کا فاصلہ دو لاکھ چالیس ہزار میل ہے۔ چاند کا قطر کم و بیش اکیس سو میل ہے۔ چاند کے مادّے کی مقدار (Mass) زمین کے مادّے کی مقدار سے ۸۰ گناہ کم بتائی جاتی ہے۔ جبکہ زمین کی کششِ ثقل چاند کے مقابلے میں چھ گنا ہے۔

سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ تقریباً پانچ ارب سال پہلے چاند اور زمین ایک دوسرے کے بہت قریب تھے۔ شروع میں زمین کو اپنے محور کے گرد گھومنے میں ۴ گھنٹے ۴۵ منٹ کا وقت لگتا تھا، اب ۲۴ گھنٹے میں گھومتی ہے۔

چاند زمین کے گرد گردش کے دوران مختلف مدارج سے گزرتا ہے۔ گردش کے ابتدائی ایام میں چاند کا جتنا حصہ سورج کی روشنی سے منور ہوتا ہے اسے ہلال کہتے ہیں۔ ہر رات اس کے روشن حصہ میں اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ ۱۴ دنوں میں چاند پورا ہوجاتا ہے۔ رفتہ رفتہ چاند گھٹنا شروع ہوتا ہے اور بالآخر آسمان پر سے

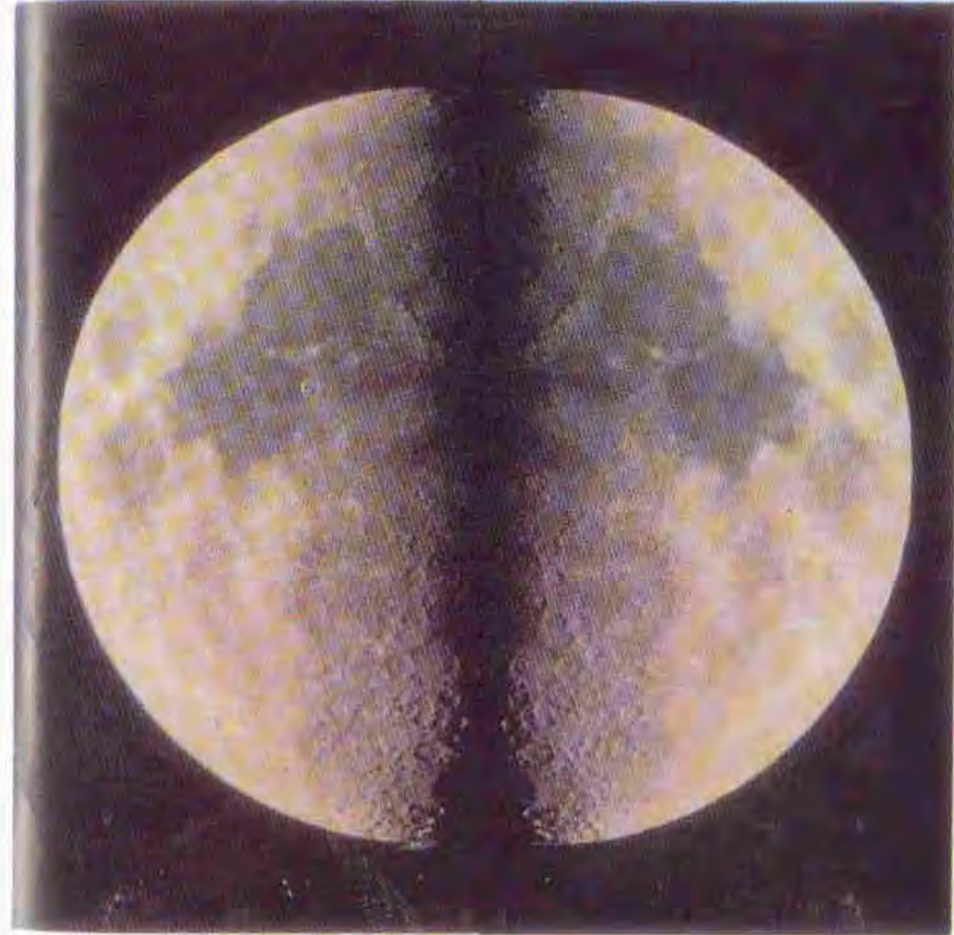
غائب نظر آتا ہے۔ یہ پورا چکر تقریباً ساڑھے ۲۹ دنوں میں پورا ہوتا ہے اور ہر ماہ نیا چاند مغربی افق پر نمودار ہوجاتا ہے۔

چاند کی سطح جو انسانی آنکھ سے اوجھل رہتی ہے، مصنوعی سیاروں کی مدد سے اس کی تصاویر حاصل کی گئی ہیں۔ چاند کی یہ سطح زیادہ تر پہاڑوں پر مشتمل ہے۔

انسانی آنکھ سے روشن چاند کی سطح پر نظر آنے والے داغ دھبے دراصل ہموار ریگستانی میدان ہیں جو گردوپیش کی اونچائیوں سے نیچی سطح پر واقع ہیں اور روشنی کا انعکاس نہ کرنے کی وجہ سے یہ تاریک نظر آتے ہیں۔

اپالو مشن کی پروازوں کے دوران مئی ۱۹۶۷ء میں Orbiter-4 راکٹ سے چاند کے چھپے ہوئے رخ کی تین ہزار کلومیٹر کی بلندی سے تصاویر لی گئیں۔ ان تصویروں میں ۲۴۰ کلومیٹر طویل اور کئی مقامات پر ۸ کلومیٹر چوڑی دراڑ دیکھی گئی ہے۔

چاند کی کشش سے سمندر کی لہروں میں مدوجزر اٹھتے ہیں۔ چاند، سورج سے ۴۰۰ گنا چھوٹا ہے۔ زمین کے گرد اپنے بیضوی مدار پر گردش کرتے ہوئے چاند جب زمین کے قریب سے گزرتا ہے اور زمین اور سورج کے بیچ میں آجاتا ہے تب سورج کی روشنی زمین تک نہیں پہنچ پاتی، یہ سورج گرہن ہے۔ چاند گرہن کے وقت زمین سورج اور



چاند کے بیچ میں آجاتی ہے۔

روحانی آنکھ سے نظر آنے والا چاند اس کے برعکس ہے جو ٹیلی اسکوپ دیکھتی ہے۔ روحانی آنکھ سے نظر آتا ہے کہ چاند پر پہاڑ، جھیلیں، تالاب اور ریگستان ہیں۔ تالاب اور جھیلوں کے پانی میں پارے کا عنصر غالب ہے اور یہ پانی پارے کی طرح چمکدار ہے۔ چاند پر جنّات کی مخلوق کی آمدورفت رہتی ہے۔

چاند کی فضاء میں گیس کی بُو ایسی ہے جیسے ویلڈنگ کرتے وقت بُو آتی ہے۔ چاند کی زمین پر چہل قدمی کرتے وقت جسم لطیف محسوس ہوتا ہے۔ اتنا لطیف جو ہوا میں آسانی سے اڑسکتا ہے۔ لیکن لطیف ہونے کے باوجود جسم ٹھوس ہوتا ہے۔ چاند پر کوئی مستقل آبادی نہیں ہے۔ چاند ایک سیرگاہ ہے جہاں جسم مثالی جاسکتا ہے۔ دنیا کا کوئی فرد اس وقت تک چاند میں داخل نہیں ہوسکتا جب تک کہ جسم مثالی سے واقف نہ ہو۔ نہ صرف یہ کہ جسم مثالی سے واقف ہو بلکہ اپنے ارادے اور اختیار سے جسم مثالی کے ساتھ سفر کرسکتا ہو۔

تابع فرمان سورج

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام خیبر سے ایک منزل کے فاصلے پر صہبا کے مقام پر حضرت علیؓ کی گود میں سر رکھے آرام فرما رہے تھے۔

آفتاب غروب ہوگیا تو حضورؐ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا، "اے علی! کیا تم نے نمازِ عصر قائم کرلی ہے؟" حضرت علیؓ خاموش رہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بارگاہِ الٰہی میں عرض کی، "اے اللہ! علیؓ تیری اطاعت اور تیرے رسول کی اطاعت میں مصروف تھا، تو اس کے لئے سورج کو پھیر دے۔" غروب ہونے والا سورج پلٹ آیا اور زمین پر دھوپ پھیل گئی۔

* * *

قدیم زمانہ میں سورج کی پرستش ہوتی تھی۔ مصریوں نے سورج کو راء یونانیوں نے ہیلیوس اور رومن قوم نے اسے سول کا نام دیا ہے۔

کہکشاں میں سورج ایک اوسط درجے کا ستارہ ہے۔ جو کہکشاں کے مرکز سے دوتہائی باہر، دو گھومتے ہوئے دائروں کے درمیان واقع ہے۔ ہماری کہکشاں (Spirel Milky Way Galaxy) کے اردگرد بیس (۲۰) کہکشائیں ہیں۔

بتایا جاتا ہے کہ کائنات پندرہ یا بیس ارب سال پہلے وجود میں آئی۔ کائنات میں ایک سو ارب کہکشائیں ہیں اور ہر کہکشاں میں ایک سو ارب ستارے ہیں۔

سائنس دان اس پر متفق ہیں کہ کائنات کا تخلیقی مادّہ ہائیڈروجن کے ایٹموں پر مشتمل ہے۔ علم فلکیات کے ماہرین نے کائنات کی

وسعت کا اندازہ پندرہ ارب نوری سال لگایا ہے۔ روشنی ایک سیکنڈ میں تقریباً تین لاکھ کلومیٹر فاصلہ طے کرتی ہے۔ اس رفتار سے ایک سال میں جتنا فاصلہ روشنی طے کرتی ہے وہ نوری سال کہلاتا ہے۔ سورج ملکی وے گلیکسی (Milky Way Galaxy) کے مرکز سے تیس ہزار نوری سال کے فاصلہ پر ہے۔

قدیم نظریہ کے مطابق زمین کو کائنات میں مرکزی حیثیت حاصل تھی۔ اہلِ بابل کا خیال تھا کہ زمین ایک قرص کی مانند ہے جو سمندر کے پانی سے چاروں طرف سے گھری ہوئی ہے اور آسمان پیالے کی مانند چپٹی زمین کے اوپر الٹا رکھا ہوا ہے۔ چاند سورج اور دیگر ستارے زمین کے گرد گھومتے ہیں۔ یونانی فلسفیوں کا خیال تھا کہ آسمان نے ایک کھوکھلے گلوب کی مانند زمین کو چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے اور ستارے نگینوں کی طرح آسمان میں جڑے ہوئے ہیں۔ آسمان محور کے اوپر کھڑا ہے جو زمین کے وسط میں گاڑ دیا گیا ہے۔ آسمان روزانہ مغرب کی طرف حرکت کرتا ہے۔

رومی سلطنت کے زوال کے بعد مسلمانوں نے اپنے دور میں علم نجوم اور علمِ ریاضی کو ترقی دی۔ ستاروں کی رفتار کا صحیح حساب لگایا، رصدگاہیں قائم کیں۔ تاہم کائنات کے بارے میں قدیم نظریات کو بدلنے میں کامیاب نہیں ہوئے۔

جدید تحقیقات کی روشنی میں جو کائنات آج ہمارے سامنے ہے وہ پرانے زمانے یا قرونِ وسطیٰ کی تحقیق سے بہت مختلف ہے۔ چونکہ تحقیق و تلاش اور تفکر کا عمل جاری ہے اس لئے آئندہ کائنات کی تصویر اس سے بالکل مختلف ہوگی جو آج ہمارے سامنے ہے۔

علمِ فلکیات کی بنیادی معلومات یہ ہیں کہ سیارے، ستاروں کے گرد گردش کرتے ہیں۔ ستارے(Stars) اپنے نور سے منور ہیں اور سیارے (Planets) روشنی کے انعکاس کی وجہ سے نظر آتے ہیں۔ سیاروں کو بحیثیت سرد اجسام کے شناخت کیا گیا ہے۔ سورج اپنے(۹) معلوم سیاروں اوران کے چاندوں، ڈیڑھ ہزار سے زائد سیارچوں(Astroids) ان گنت دم دار تاروں (Comets) اور بے شمار شہابیوں کے ہمراہ ملکی وے گلیکسی کے مرکز کے اطراف گھوم رہا ہے۔ ایک چکر مکمل کرنے کے لئے بیس کروڑ سال کا عرصہ لگتا ہے۔ گیسوں کا مرکب ہونے کی وجہ سے سورج کی محوری حرکت یکساں نہیں ہے۔ خطِ استواء پراپنے محور پر سورج ۲۷ دن میں ایک چکر پورا کرتا ہے۔ جبکہ قطبین پر اس کا چکر ۳۴ دن میں پورا ہوتا ہے ۔ سورج کے گرد اس کے سیارے بیضوی مدار (Elliptical Orbits) میں حرکت کر رہے ہیں۔

سائنسدانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ سورج کی سطح کا قطر آٹھ لاکھ

ساٹھ ہزار میل سے زیادہ ہے۔ درجہ حرارت ۶۰۰۰ درجہ سینٹی گریڈ ہے۔ ٹیلی اسکوپ کی مدد سے سورج کی سطح پر داغ دیکھے گئے ہیں۔ اوسطاً گیارہ سال کے بعد سورج کے دھبے بڑی تعداد میں ظاہر ہوئے ہیں۔ سورج کے دھبوں کا مرکزی حصہ امبرا کہلاتا ہے۔ یہ چھ ہزار چار سو درجے فارن ہائیٹ درجۂ حرارت کا حامل ہوتا ہے۔ اس کے اطراف کا حصہ کم سیاہ نظر آتا ہے۔ یہاں کی سفید گرم گیسوں کی تپش ۱۱۰۰۰ درجے فارن ہائیٹ ہے۔ یہ شدید مقناطیسی طاقت کے مقامات ہیں۔ تین سو ۱۰۰۰ کلومیٹر کی رفتار سے برقبار ذرّوں کی حامل شمسی ہوا زمین کے قطبین کے مابین قائم مقناطیسی میدان میں جب داخل ہوتی ہے تو شمسی ہوا کے برقبار ذرّے زمین کے مقناطیسی میدان سے تعامل کرتے ہیں اور روشنی کی چمکدار لہریں پیدا ہوتی ہیں۔ جنہیں انوارِ قطبی یا ارورا (Aurorae) کہتے ہیں۔

نظامِ شمسی میں گردش کرنے والے اجرام کو سورج کی توانائی (Radiant Energy) منتقل ہوتی رہتی ہے۔ ماہرین کے معلوم کردہ نو سیارے اپنے چاندوں کے ہمراہ انٹی کلاک وائز (Anti Clock Wise) سورج کے گرد اپنے اپنے مداروں میں گردش کر رہے ہیں۔ زمین سے سورج کا فاصلہ نو کروڑ تیس لاکھ میل ہے۔ زمین سورج کے گرد ۳۰ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے گھوم رہی ہے۔ سورج

کے اطراف اپنے مدار میں زمین کا ایک چکر، ایک سال میں پورا ہوتا ہے۔ اس گردش سے زمین پر موسم تبدیل ہوتے ہیں۔ سورج کے گرد گھومنے کے ساتھ ساتھ زمین اپنے محور پر گھوم رہی ہے۔ یہ محوری گردش ۲۳ گھنٹے اور ۵۶ منٹ میں مکمل ہوتی ہے۔ محوری گردش دن کو رات سے بدل دیتی ہے اور رات کو دن میں تبدیل کر دیتی ہے۔ زمین کا جو حصہ سورج کی طرف ہوتا ہے۔ وہاں دن ہوتا ہے اور جو حصہ سائے میں ہوتا ہے وہاں رات کا اندھیرا پھیل جاتا ہے۔

سائنس دانوں کی تحقیق و تلاش اور زمین اور سورج کے بارے میں ان کے نظریات سے اس لئے اتفاق نہیں کیا جاسکتا کہ موجودہ زمانے کی تحقیق و تلاش اور قرونِ وسطیٰ کی تحقیق و تلاش مختلف ہے اور آئندہ اور زیادہ مختلف ہوگی۔ لیکن سائنس نے جتنی تحقیق و تلاش کی ہے اس کا سہرا بلاشبہ سائنس دانوں کے سر پر سجا ہوا ہے۔ سائنس جو کچھ کہتی ہے اس کا تعلق مادّیت کے زیرِ اثر مشاہدے سے ہے۔ جیسے جیسے تلاش آگے بڑھتی ہے اور اس تلاش میں تفکر گہرا ہوتا ہے تو مشاہدات میں تبدیلی واقع ہوتی رہتی ہے۔ جب ہم نظریاتی مشاہدے کا تذکرہ کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ مادّی وسائل کو بروئے کار لاکر کسی چیز کو سمجھا گیا ہے۔ یعنی جو چیز بھی دیکھی گئی اس کے دیکھنے

کے عمل میں مادّیت کا عمل دخل ہے جبکہ مادیت بجائے خود ایک مفروضہ ہے۔ مفروضہ سے مراد یہ نہیں ہے کہ کوئی نتیجہ مرتب نہیں ہوتا۔ نتیجہ ضرور مرتب ہوتا ہے لیکن دیکھنا یہ ہے کہ نتائج میں حقائق کا کتنا عمل دخل ہے اور حقیقتِ ثابتہ پر سے کتنا پردہ اٹھا ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ لکڑی کو جب سلگایا جاتا ہے تو آگ بن جاتی ہے۔ لیکن جب ہم لکڑی کی پیدائش پر غور کرتے ہیں تو ہمیں یہ نظر آتا ہے کہ زمین کے اوپر موجود ہر شئے اور لکڑی کی تخلیق میں براہِ راست پانی کا غالب عمل دخل ہے۔ پانی جو بجھانے والی شئے سمجھی جاتی ہے اس کے اندر بھی آگ کا عنصر ہے۔ سائنسی ایجاد اور ترقی سے انکار نہیں لیکن یہ بات بہرحال اپنی جگہ اہم ہے کہ سائنسی تحقیق و تلاش کا رجحان جس قدر فکشن کی طرف ہے اس کا عشرِ عشیر بھی حقیقت کو پانے کے لئے نہیں ہے۔

زمانۂ قدیم کے ماہرینِ فلکیات ہوں یا زمانۂ جدید کے ماہرین ان کا کہنا ہے کہ سورج میں روشنی ہے، تپش ہے۔ علمائے باطن کہتے ہیں کہ سورج میں روشنی نہیں ہے۔ اصل میں زمین روشن ہے۔ زمین محوری اور طولانی حرکت میں گردش کررہی ہے۔ روشن زمین کا انعکاس سورج کے اوپر ہوتا ہے اور سورج کا یہ انعکاس دھوپ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

ترجمہ:

"قسم ہے سورج کی اور اس کی دھوپ کی اور قسم ہے چاند کی جب سورج کے پیچھے آئے اور قسم ہے دن کی جب ظاہر کرے اس کو اور رات کی جب ڈھانک لے اس کو۔" (الشمس ۱-۴)

زمین ایک گلوب ہے جو اپنے مدار پر ہروقت متحرک رہتا ہے۔ زمین کے دو وجود ہیں۔ ایک وجود ظاہری ہے اور زمین کا دوسرا وجود باطنی ہے۔ زمین کا باطنی وجود ایسی ماورائی لہروں سے بنا ہوا ہے جو براہِ راست نور سے فیڈ ہوتی ہیں۔ یہ روشنیاں ماورائے بنفشی شعاعوں سے بھی زیادہ لطیف ہیں۔ کسی بھی مادی وسیلے سے نظر نہ آنے والی روشنیاں سورج کے اوپر منعکس ہوتی رہتی ہیں۔ سورج ایک ایسا سیاہ طباق ہے یا توے کی طرح ہے جس میں اتنی تاریکی اور سیاہی ہے کہ دنیا میں لاکھوں سال میں رائج الفاظ میں اس تاریکی کو بیان نہیں کیا جاسکتا۔ اس سیاہ توے یا سورج پر جب لطیف روشنیاں پڑتی ہیں تو سورج سے منعکس ہوکر زمین پر آتی ہیں اور یہی وہ روشنی ہے جس کو دھوپ کہتے ہیں۔

شعوری دنیا کے اوپر تفکر کرنے سے یہ بات سامنے آجاتی ہے کہ زمینی دنیا میں ہر مخلوق دو شعور رکھتی ہے یا دو حواس رکھتی ہے یا

زندگی گزارنے کی دو طرزیں متعین ہیں۔ حواس کی ایک قسم یہ ہے کہ آدمی کھلی آنکھوں، حاضر اور غیر حاضر دماغ اور مادّی وجود کی حرکت کے ساتھ زندگی گزارتا ہے۔ زندگی گزارنے کی دوسری طرز یہ ہے کہ ہر مخلوق بند آنکھوں، غیر حاضر دماغ اور جسمانی اعضاء کی حرکت کے بغیر زندگی گزارتی ہے اور ان دونوں زندگیوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مخلوق جو زندگی شعور میں گزارتی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے نہار یا دن کہا ہے اور مخلوق جو زندگی شعور سے باہر ہو کر گزارتی ہے اس کو قرآن نے لیل یا رات کہا ہے۔

باطن الوجود میں ایک ایجنسی ہے جو اطلاعات کو قبول کرتی ہے، تبدیل کرتی ہے یا رد کر دیتی ہے۔ ایجنسی جس پر اطلاعات میں معانی پہنانے کا دارومدار ہے جب شعوری حواس کا غلبہ ہوتا ہے تو انسان کی نگاہ ان کو دیکھتی ہے اور جب معانی پہنانے والی ایجنسی پر شعور کا غلبہ ختم ہوجاتا ہے اور لاشعوری تحریکات شروع ہوجاتی ہیں تو انسان رات دیکھتا ہے۔

آدمی کسی بھی لمحے حواس سے آزاد نہیں ہوتا۔ جب شعوری حواس کا غلبہ نہیں رہتا تو لاشعوری حواس غالب ہوجاتے ہیں۔

ترجمہ:

۱۔ ”ہم داخل کرتے ہیں رات کو دن میں اور داخل

کرتے ہیں دن کو رات میں“۔

۲۔ ”اور ہم نکالتے ہیں رات کو دن میں سے اور نکال لیتے ہیں دن سے رات“۔

۳۔ ”ہم ادھیڑ لیتے ہیں رات پر سے دن کو“۔

اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات میں یہ بات بتائی گئی ہے کہ رات اور دن دو حواس ہیں یعنی ہماری زندگی دو حواسوں میں سفر کرتی ہے۔ ایک حواس کا نام دن ہے دوسرے حواس کا نام رات ہے۔ دن کے حواس میں ہم زمان و مکاں کے پابند ہیں اور رات کے حواس میں ہم زمان و مکان کی قید سے آزاد ہوجاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کائنات پر حاکمیت عطا کی ہے۔ حاکمیت سے مراد یہ ہے کہ دن، رات، چاند، سورج اور ستاروں پر بھی سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام حکمراں ہیں۔

ترجمہ:

”اس نے تمہارے لئے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو مسخر کر رکھا ہے اور سب ستارے بھی اسی کے حکم سے مسخر ہیں۔ اس میں بہت نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو عقل سے کام لیتے ہیں۔“

(النحل ـ ۱۲)

ترجمہ:

"کیا تم دیکھتے نہیں ہو کہ اس نے وہ سب کچھ تمہارے لئے مسخر کررکھا ہے جو زمین میں ہے اور اسی نے کشتی کو قاعدے کا پابند بنایا ہے کہ وہ اس کے حکم سے سمندر میں چلتی ہے اور وہی آسمان کو اس طرح تھامے ہوئے ہے کہ اس کے اذن کے بغیر وہ زمین پر نہیں گرسکتا۔ بے شک اللہ لوگوں کے حق میں بڑا شفیق اور رحیم ہے۔" (الحج ۔ ٦٥)

ترجمہ:

"کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمہارے لئے مسخر کر رکھی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کر رکھی ہیں اور انسانوں میں سے کچھ لوگ وہ ہیں جو اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں بغیر اس کے کہ ان کے پاس کوئی علم ہو یا ہدایت ہو یا کوئی روشنی دکھانے والی کتاب ہو۔" (لقمٰن - ٣٠)

ترجمہ:

"وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے سمندر کو

مسخر کیا تاکہ اس کے حکم سے کشتیاں اس میں چلیں اور تم اس کا فضل تلاش کرو اور شکر گزار ہو۔ اس نے آسمانوں اور زمین کی ساری ہی چیزوں کو تمہارے لئے مسخر کردیا ہے، سب کچھ اپنے پاس سے، اس میں بڑی نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں۔" (الجاثیہ ۔ ١٣-١٢)

حضرت علیؑ کی نماز قضاء ہوئی اور ابوجہل اور یہودی عالم نے شق القمر کے معجزے کے بارے میں کہا تو حاکم کائنات سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان اختیارات کا استعمال کیا جو اللہ نے انہیں سورج کو مسخر کرنے، چاند کو مسخر کرنے اور کائنات کو مسخر کرنے کے لئے عطا فرمائے ہیں۔

پہاڑ نے حکم مانا

حضور علیہ الصلوۃ والسلام ایک بار کوہ ثبیر پر تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کے ہمراہ تھے۔ کوہ ثبیر ہلنے لگا یہاں تک کہ اس کے پتھر لڑھک کر دامن کوہ میں جاگرے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے کوہ ثبیر کو ٹھوکر لگا کر فرمایا، "اے ثبیر! ساکن رہ، تجھ پر نبی اور صدیق اور دو شہید ہیں۔"

حضورؐ کا یہ فرمان سنتے ہی کوہ ثبیر ساکت ہوگیا۔

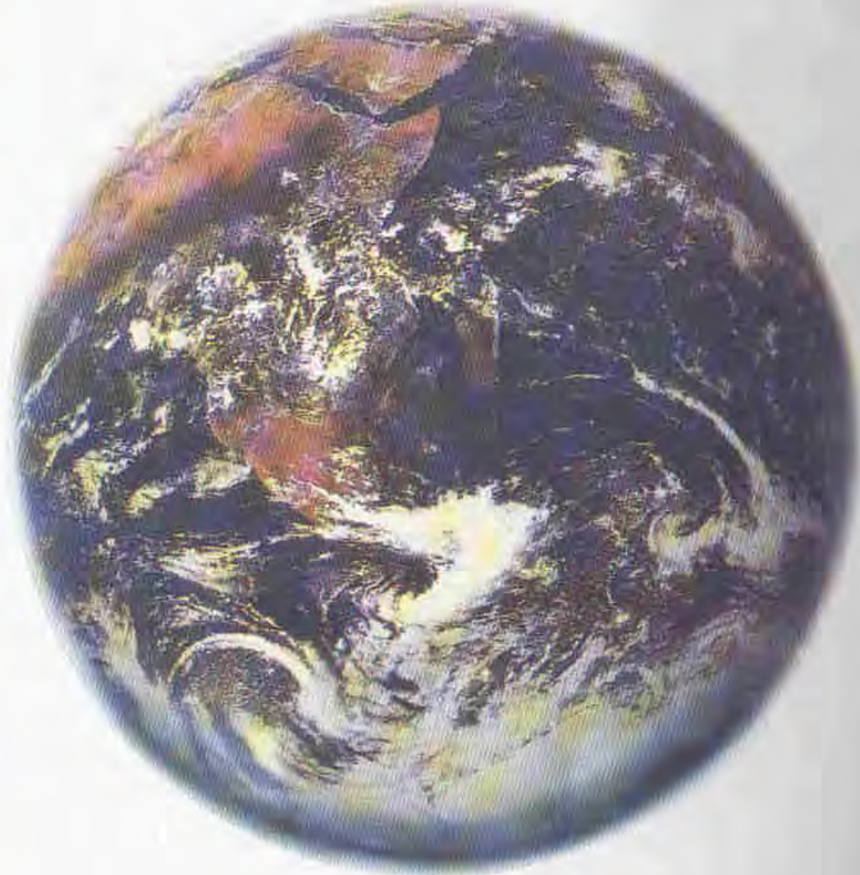
* * *

زمین کی تخلیق سے متعلق دو نظریات ہیں۔ ایک نظریہ کے مطابق زمین ابتدا میں سورج کا حصہ تھی، جو ایک ٹکڑے کی طرح اچھل کر سورج سے علیحدہ ہوگئی۔ دوسرا نظریہ بگ بین کی تھیوری ہے۔ دونوں نظریات کے مطابق زمین نے رفتہ رفتہ بیضوی شکل اختیار کرلی ہے۔

قطبین اور خطِ استواء پر کرۂ ارض کا ڈایا میٹر الگ الگ ہے۔ خطِ

استواء پر زمین کا ڈایا میٹر ۶۳۷۸ کلومیٹر ہے اور قطبین پر زمین کا ڈایا میٹر ۶۳۵۶ کلومیٹر ہے۔ زمین ۲۳.۵ ڈگری زاویے پر جھکی ہوئی ہے اور تقریباً ۲۴ گھنٹوں میں گھوم جاتی ہے۔ اس گردش سے دن رات وجود میں آتے ہیں۔ زمین سورج کے گرد ایک چکر ایک سال میں پورا کرتی ہے اور اس حرکت سے موسم تبدیل ہوتے ہیں۔ زمین کی ساخت، جھکاؤ، پھیلاؤ، گردش اور ترتیب و توازن، قدرت کی معین کردہ مقداروں کا بہترین شاہکار ہے۔ سائنس دانوں کے خیال میں اگر زمین کا جھکاؤ ۲۵ ڈگری پر ہوتا تو قطبین پر جمی ہوئی برف پگھل کر سمندروں میں آجاتی اور اگر جھکاؤ ۲۲ ڈگری پر ہوتا تو یورپ قطب شمالی کی برف سے ڈھک جاتا۔ زمین محوری گردش ۲۴ گھنٹے میں پوری کرتی ہے اگر زمین محوری گردش ۲۰ گھنٹوں میں پوری کرتی تو تیز ہوائیں چلتیں اور ان طوفانی ہواؤں سے زمین صحرا میں تبدیل ہوجاتی۔ اگر محوری گردش کا دورانیہ ۲۴ گھنٹوں کے بجائے ۲۰ گھنٹے ہوتا تو زمین خشک اور بنجر بن جاتی۔ زمین کے اندر ایک سیال مادّہ ہے۔ جس کے ارد گرد مختلف اقسام کی ٹھوس تہیں ہیں۔ زمین کے قطر کا اکثر حصہ پگھلی ہوئی دھاتوں اور چٹانوں پر مشتمل ہے۔

ماہرینِ ارضیات کے مطابق زمین پر ہرسال کم و بیش دس لاکھ زلزلے آتے ہیں۔ زیادہ زلزلے غیر آباد علاقوں میں آتے ہیں۔ تقریباً



زمین

چالیس ہزار زلزلے سائنسی آلات کے بغیر انسان محسوس کرسکتا ہے۔

آتش فشانی زلزلے زمین کے نیچے ابلتے ہوئے سیال مادّے کے باہر نکلنے کی وجہ سے پیدا ہوتے ہیں۔ گرم لاوہ دہانے کے گرد مخروطی شکل کا تووہ بنا دیتا ہے۔ اسے آتش فشاں پہاڑ کہتے ہیں۔ زمین کے اندر گرم سیال مادّہ زمین کی اوپری سطح کی طرف آتا رہتا ہے۔ جب کسی طرح سے پانی اس مادّہ تک پہنچ جائے تو وہ بھاپ بن جاتا ہے۔ آتش فشاں سے نکلنے والے بخارات میں سب سے زیادہ کثرت بھاپ کی ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ بھاپ ہی وہ بنیادی اور متحرک قوت ہے جو دوسرے مادّوں اور گیسوں کو زور سے باہر دھکیلتی ہے۔ ان مادّوں میں کلورین گندھک، پگھلا ہوا لوہا اور گیسوں میں کاربن ڈائی آکسائیڈ عام ہے۔

سائنسدانوں کا خیال ہے کہ زلزلہ کی آمد سے قبل ارضی تہوں میں لہریں اور آوازیں پیدا ہوتی ہیں۔ جو انسان نہیں سن سکتا۔ جانور مثلاً چوپائے، پرندے، مچھلیاں اور حشرات الارض سن لیتے ہیں اور ان کے روّیوں میں غیر معمولی تبدیلیاں ظاہر ہوتی ہیں۔ زلزلے کی قوت اور تباہ کاری کی پیمائش سیزموگراف یا زلزلہ نگار نامی آلے سے کی جاتی ہے۔ یہ آلہ زلزلہ کے مرکز سے چاروں جانب پھیلنے والی لہروں کو ریکارڈ کرتا ہے۔ ایک درجہ زلزلہ کا جھٹکا صرف چند لوگ محسوس

کرسکتے ہیں جبکہ بارہ درجے کا زلزلہ انتہائی شدید اور تباہ کن ہوتا ہے۔ فلک بوس عمارتیں ملبے کا ڈھیر بن جاتی ہیں۔ بھاری بھرکم اجسام ہوا میں گیند کی طرح اچھلتے دکھائی دیتے ہیں۔ زمین پر اس جھٹکے کی لہر واضح طور پر دیکھی جاسکتی ہے۔

نقصان کے ساتھ ساتھ زلزلوں کے روشن پہلو بھی ہیں۔ گرم پانی کے معدنی چشمے زلزلوں کا تحفہ ہیں۔ شفا بخش اثرات کے حامل ان چشموں کا پانی بہت سے مریضوں کے لئے آبِ حیات ثابت ہوا ہے۔ زلزلوں سے معرضِ وجود میں آنے والی جغرافیائی تبدیلیوں سے چٹانوں کے نشیب و فراز بدل جاتے ہیں اور آبشار اور جھرنے زمین کی رونق میں اضافہ کرنے لگتے ہیں۔ زلزلوں سے زمین کے اندر سے بہت سی کارآمد معدنیات سطحِ زمین پر ظاہر ہوجاتی ہیں۔ سورہ رحمٰن میں ہے:

"اے گروہِ جنات اور گروہِ انسان! تم آسمانوں اور زمین کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔"

سلطان کا مطلب چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرنا ہے۔ کوئی انسان زمینی شعور میں رہتے ہوئے چھ شعوروں پر غلبہ حاصل کرلے تو وہ زمینی شعور سے باہر نکل سکتا ہے۔

آسمانی دنیا کو پہچاننے کے لئے سات مزید شعوروں سے گزرنا پڑتا ہے۔جب انسان ان سات شعوروں کی پہچان کر لیتا ہے تو وہ اللہ کی صفات کا عارف بن جاتا ہے۔ صفات کا عرفان حاصل کرنے کے لئے سالک تیرہ شعوروں سے گزرتا ہے۔

شعور کی طاقت کا دار و مدار زمان پر ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ بورڈ کے اوپر گھڑی بنی ہوئی ہے، گھڑی کے درمیان سوئی لگی ہوئی ہے۔ گھڑی میں بارہ ہندسے بنے ہوئے ہیں۔ایک سے بارہ تک ہندسے اسپیس ہیں اور گھڑی کا گھومنا ٹائم ہے۔ اگر سوئی کو اتنی رفتار سے گھما دیا جائے کہ وہ پلک جھپکنے سے پہلے چھ کے ہندسے پر پہنچ جائے تو زمین پر موجود شعور جو اسپیس میں بند ہے ، پردے میں چلا جائے گا اور انسان کو وہ سلطان حاصل ہوجائے گا جس سلطان کے ذریعہ وہ زمین کے کناروں سے باہر نکل سکتا ہے اور جب سوئی کو اس طرح گھما دیا جائے کہ وہ پلک جھپکنے کے وقت سے پہلے بارہ پر پہنچ جائے تو انسان کو وہ سلطان حاصل ہو جائے گا جس کے ذریعہ وہ زمین اور آسمان کے کناروں سے باہر نکل جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر سوئی جو بارہ پر قائم ہے۔ اچھل کر ایک پر آجائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اسے وہ شعور حاصل ہوگیا جو وہ پیدائش سے لے کر موت تک استعمال کرتا ہے۔اگر سوئی بارہ کے ہندسے سے بہ یک وقت دو

پر آجائے تو انسان کو وہ شعور حاصل ہوجاتا ہے جو اسے خواب دکھاتا ہے۔ اگر سوئی بہ یک وقت بارہ سے اچھل کر تین پر آجائے تو اسے مراقبہ کا شعور حاصل ہوجاتا ہے اگر سوئی بہ یک وقت چار پر آجائے تو اسے وہ شعور حاصل ہوجاتا ہے جس کو وحی کہتے ہیں اور یہ وہی وحی ہے جس کے بارے میں اللہ نے فرمایا ہے کہ ہم نے شہد کی مکھی پر وحی کی۔ اگر بارہ کے ہندسے پر قائم سوئی اتنی تیزی کے ساتھ حرکت کرے کہ وہ ایک دم پانچ پر آجائے تو انسان کے اوپر کشف کی کیفیت طاری ہوجاتی ہے اور اگر یہی سوئی یکدم چھ پر آجائے تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے اندر وہ صلاحیت پیدا ہوگئی ہے جس کو قرآن نے سلطان کہا ہے۔ یعنی اب انسان زمین کے کناروں سے باہر دیکھ سکتا ہے۔ زمین کے کناروں سے باہر دیکھنے کی صلاحیت کے حامل سالک کے اندر اگر بارہ پر قائم سوئی بہ یک وقت سات پر آجائے تو اس کے اندر پہلے آسمان کا شعور پیدا ہوجاتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس اسی طرح سات آسمانوں کو وہ دیکھ بھی لیتا ہے اور سات آسمانوں میں وہ داخل بھی ہو جاتا ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا ہے:

ترجمہ:

"ہم نے آسمان اور زمین کو تہہ در تہہ بنایا ہے۔"

سورہ الطارق میں ارشاد ہوا ہے:

ترجمہ:

"اللہ وہ ہے جس نے سات آسمان بنائے اور زمین کی قسم بھی انہی کی مانند ہے۔"

سورۃ المومنون آیت نمبر ۱۷ میں ہے:

ترجمہ:

"اور تمہارے اوپر ہم نے سات راستے بنائے۔ تخلیق کے کام سے ہم اچھی طرح واقف ہیں۔"

تہہ در تہہ سے مراد دراصل وہ شعوری صلاحیتیں ہیں جو اللہ نے انسان کو ودیعت کی ہیں۔ سات تہوں والے آسمانوں یا زمین سے مراد یہ ہے کہ ہر تہہ ایک مکمل نظام ہے اور ہر نظام ایک مکمل ضابطہء حیات ہے۔ ایسا ضابطہء حیات جس کا ایک دوسرے سے تصادم نہیں ہوتا۔ ان سب کا رشتہ خالقِ کائنات کے ساتھ قائم ہے۔ تمام چیزیں جو سات آسمانوں میں اور زمینوں میں ہیں سب اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہیں۔ یہ تمام چیزیں اور مخلوقات اس بات کا علم رکھتی ہیں کہ ہمارا خالق اللہ ہے اور اس علم پر یقین رکھتے ہوئے اللہ کی حمد و ثنا بیان کرتی ہیں اور شکر ادا کرتی ہیں۔ اربوں کھربوں سے زیادہ ان چیزوں یا مخلوقات میں سے کوئی ایک مخلوق بھی اللہ کی خالقیت سے انحراف کرے تو نظام میں خلل واقع

ہوجائے گا۔ یہی بات اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہے کہ تمام چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی حمد بیان کرتی ہیں یعنی اللہ کی خالقیت سے انحراف نہیں کرتیں۔

قانون یہ ہے کہ جب کوئی آدمی اس دنیا میں پیدا ہوتا ہے تو وہ ماضی سے آتا ہے اور جب وہ دوبارہ ماضی میں پلٹتا ہے تو سوئیوں کی گردش Reverse ہوجاتی ہے۔ جب تک انسان چھ دنیاوی شعور یا چھ دائروں میں رہتا ہے اس کے اوپر مکانیت (Space) کا غلبہ رہتا ہے اور جب انسان چھ شعوروں سے نکل کر ساتویں شعور میں داخل ہوتا ہے تو گیارہویں شعور تک اس کے اوپر زمانیت (Time) کا غلبہ رہتا ہے، مکانیت مغلوب ہوجاتی ہے۔

زمین آسمان میں موجود ہر شئے شعور رکھتی ہے۔ وہ اس بات سے واقف ہے کہ رحمتہ اللعالمین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کائنات کی ہر شئے محکوم ہے۔ پہاڑ کے اوپر جیسے ہی سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے گئے تو محکوم پہاڑ آپؐ کی جاری و ساری حاکمیت کے رعب سے ہلنے لگا۔ یعنی اس پر زلزلہ آگیا۔ زلزلہ کے معنی ہیں زور سے ہلا دینا۔

ترجمہ:

"جب زمین اپنی پوری شدت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے

گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر
ڈال دے گی"۔ (الزلزال)

ترجمہ:

"جب وہ ہونے والا واقعہ پیش آجائے گا۔ تو کوئی اس
کے واقع ہونے کو جھٹلانے والا نہ ہوگا۔ وہ تہہ و بالا
کردینے والی آفت ہوگی۔ زمین اس وقت یکبارگی ہلا
ڈالی جائے گی اور پہاڑ اس طرح ریزہ ریزہ ہوجائیں
گے جیسے اڑتا ہوا غبار۔" (الواقعہ)

پہاڑ میں شعور ہے۔ قرآنِ پاک اس بات کی تصدیق کرتا
ہے۔

ترجمہ:

"اور ہم نے اپنی امانت پیش کی آسمانوں پر اور زمین
پر اور پہاڑوں پر، سماوات، ارض اور پہاڑوں نے کہا کہ
ہم اس امانت کے متحمل نہیں ہوسکتے"۔

کسی چیز کے بارے میں انکار یا اقرار اس بات کی علامت ہے کہ
اس شئے کے اندر شعور ہے۔ جس طرح کوئی ایک فرد اپنے شعور کو
نہیں دیکھ سکتا اور شعور کی مزاحمت یا شعور کی پسندیدگی کا وزن
محسوس کرتا ہے۔ اسی طرح ہم پہاڑوں کو وزنی اور جما ہوا دیکھتے ہیں۔

ترجمہ:

"تم دیکھتے ہو پہاڑ اور گمان کرتے ہو کہ یہ جمے ہوئے
ہیں۔ حالانکہ پہاڑ بادلوں کی طرح اڑ رہے ہیں۔"

یعنی پہاڑ کثیف مادّے پر قائم نہیں ہے۔ جب حضور پاک صلی اللہ
علیہ وسلم نے پہاڑ سے مخاطب ہو کر فرمایا، "ٹھہرجا تجھ پر نبی اور
صدیق اور دو شہید ہیں" تو پہاڑ نے حکم کی تعمیل کی۔ اور وہ ہلنے
اور لرزنے سے رک گیا۔

پتھر حضورؐ کے لئے موم ہوگئے

قلندر بابا اولیاءؒ نے فرمایا:

"ایک نجومی حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس وقت حضورؐ پہاڑ پر تشریف فرما تھے۔

نجومی نے عرض کیا:

"اگر آپ کے پیر کے نیچے پہاڑ موم کی طرح نرم ہوجائے تو میں مسلمان ہوجاؤں گا"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر، پیر اٹھا کر پہاڑ پر رکھا تو پہاڑ نرم ہوگیا۔ نجومی نے آسمان کی طرف دیکھا اور ایمان لے آیا۔

نجومی نے بتایا آسمان پر ایک ستارہ ایسا ہے کہ جب وہ کسی کے سر پر سایہ فگن ہوتا ہے تو اس شخص کے پیر کے نیچے پہاڑ موم بن جاتا ہے۔ اس مقام تک ستارہ کو پہنچنے میں ایک لاکھ سال کا وقفہ چاہیئے تھا۔ میں نے دیکھا کہ جیسے ہی محمد رسول اللہؐ نے پیر اٹھا کر پہاڑ پر رکھا ستارہ تیزی سے حضورؐ کے سر پر آگیا اور واپس چلا گیا۔

سنگریزوں نے کلمہ پڑھا

ایک دوپہر حضرت عثمانِ غنیؓ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی وہاں موجود تھے۔ حضورؐ نے ان سے دریافت فرمایا، تجھے کیا چیز یہاں لائی؟ انہوں نے عرض کیا "اللہ اور رسول کی محبت" اس سے قبل حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے استفسار پر یہی جواب دے چکے تھے۔ اس کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سات یا نو کنکریاں ہاتھ میں لیں تو ان کنکریوں نے حضورؐ کے دستِ مبارک میں تسبیح پڑھی جس کی آواز شہد کی مکھیوں کی بھنبھناہٹ کی طرح تھی۔ حضورؐ نے یہ کنکریاں علیحدہ علیحدہ حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ کے ہاتھوں میں دیں تو کنکریوں نے سب کے ہاتھوں میں تسبیح پڑھی۔

* * *

آوازیں ہماری زندگی کا حصہ ہیں۔ آواز آپس میں رابطے کا ذریعہ اور معلومات کے تبادلے کا ایک طریقہ ہے۔ آواز کی بدولت

ہم بہت سی چیزوں کو جانتے ہیں اور بہت سی باتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ درختوں میں بیٹھی چڑیوں کی چہچہاہٹ، پنگوڑے میں کھیلتے بچوں کی کلکاریاں، گلی میں پھیری والے کی صدا، کارخانے میں متحرک مشینوں کی گڑگڑاہٹ اور لاتعداد دوسری آوازیں ہماری سماعت سے ٹکراتی رہتی ہیں۔ لیکن بہت سی آوازیں ایسی بھی ہیں جو ہمیں سنائی نہیں دیتیں۔ یہ آوازیں ہماری سماعت سے ماوراء ہیں۔

پیچیدہ امراض کی تشخیص و علاج، صنعت و حرفت اور تحقیق و تلاش کے لئے الٹراساؤنڈ ویوز کا استعمال اب عام ہوگیا ہے۔ صدائے بازگشت کے اصول اور آواز کے ارتعاش کی بنیاد پر یہ لہریں کام کرتی ہیں۔ یہ لہریں مادّے کی مختلف حالتوں کے درمیان امتیاز کر سکتی ہیں۔

سائنس نے انکشاف کیا ہے کہ انسان کی سماعت کا دائرہ، بیس ہرٹز (20 Hertz) سے بیس ہزار ہرٹز فریکوئنسی تک محدود ہے۔ جبکہ ورائے صوت موجوں کی فریکوئنسی بیس ہزار ہرٹز (Hertz) سے دو کروڑ ہرٹز (Hertz) تک ہوسکتی ہے۔ اس لئے ہمارے کان ان آوازوں کو نہیں سن سکتے۔

موجوں کی دو بڑی اقسام ہیں۔ ایک وہ جن میں ذرات سکڑتے اور پھیلتے ہوئے آگے بڑھتے ہیں اور دوسرے وہ جو آگے بڑھتے ہوئے اوپر

نیچے حرکت کرتی ہیں۔ موجوں کی اقسام کی تقسیم فریکوئنسی اور طولِ موج کی بنیاد پر کی گئی ہے۔

موج مخصوص فاصلہ کو اوپر نیچے حرکت کرتے ہوئے طے کرتی ہے۔ یہ اس کا طولِ موج کہلاتا ہے۔ طولِ موج میں ایک حرکت اوپر کی طرف ہوتی ہے اور ایک حرکت نیچے کی جانب ہوتی ہے۔ ایک مرتبہ اوپر اور ایک مرتبہ نیچے، دونوں حرکتیں مل کر ایک چکر (Cycle) پورا کرتی ہیں اور ایک سیکنڈ میں کسی موج کے جتنے سائیکل گزر جاتے ہیں۔ وہ موج کی فریکوئنسی کہلاتی ہے۔ طول موج زیادہ ہو تو فریکوئنسی کم ہوتی ہے۔ جبکہ طول موج کم ہونے کی صورت میں فریکوئنسی زیادہ ہوتی ہے۔

ریڈیائی لہریں کم فریکوئنسی کی برق مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں اور ٹی وی نشریات زیادہ فریکوئنسی کی برق مقناطیسی لہریں ہوتی ہیں۔ برق مقناطیسی لہروں کو آواز کی موجوں کی طرح سفر کرنے کے لئے کسی واسطے کی ضرورت نہیں پڑتی۔ یہ پانی اور ہوا کے بغیر بھی آگے بڑھتی رہتی ہیں اور خلا میں آگے بڑھنے میں انہیں دقت پیش نہیں آتی۔

فریکوئنسی اگر بہت بڑھ جائے تو موجیں شعاعیں بن جاتی ہیں۔ جو سیدھی چلتی ہیں۔ کم طول موج اور زیادہ فریکوئنسی ہونے کی وجہ

سے ان لہروں کی کسی چیز میں سے گزر جانے کی صلاحیت بڑھ جاتی ہے۔

قرآنِ کریم میں کئی جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ہر چیز ہماری حمد و ثنا بیان کرتی ہے۔ یعنی کائنات میں موجود ہر شئے بولتی، سنتی اور ایک دوسرے کو پہچانتی ہے۔

ترجمہ:

"ساتوں آسمان اور زمین اور وہ ساری چیزیں اللہ کی عظمت بیان کررہی ہیں جو آسمان و زمین میں ہیں۔ کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کررہی ہو، مگر تم ان کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔" (بنی اسرائیل)

کائناتی قانون کے مطابق ہر چیز بولتی ہے۔ سنتی ہے اور محسوس کرتی ہے۔ کنکریوں نے جب کلمہ پڑھا تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ کنکریاں اس بات کا شعور و شہود رکھتی ہیں کہ حضورِ پاکؐ نبیٔ برحق ہیں اور اس کی بنیاد یہ ہے کہ حضورؐ عالمین میں موجود ہر شئے کے لئے رحمت ہیں۔ رحمت اللعالمین ہونے کی حیثیت سے کائنات کا ہر ذرّہ اس بات سے واقف ہے کہ ہماری بقا کا انحصار سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رحمت کے اوپر ہے۔

باطل مٹ گیا

مکہ فتح ہونے کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ خانہ کعبہ میں حجرِ اسود کو بوسہ دیا اور طواف کیا۔ خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بت نصب تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آیت پڑھی،

ترجمہ:

"حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل کو مٹ جانا ہی تھا"۔

یہ آیت پڑھتے ہوئے حضورؐ ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی سے جس بت کی طرف اشارہ کرتے تھے وہ منہ کے بل گرجاتا تھا۔

* * *

روحانی دنیا کا ادراک ہوتا ہے تو بے شمار حقائق منکشف ہوتے ہیں۔ ان میں ایک انکشاف یہ بھی ہے کہ ہر مخلوق کی تخلیق میں گراف کی بڑی اہمیت ہے۔ کسی بھی خوردبین (Micro Scope) سے نظر نہ آنے والے چھوٹے چھوٹے چوکور خانے تخلیق میں بنیاد یا



بساط کاکام کر رہے ہیں۔ ان چھوٹے چھوٹے نظر نہ آنے والے چوکور خانوں کو ہم تانا بانا کہتے ہیں۔

مثال:

ڈرائنگ روم میں قالین بچھا ہوا ہے۔ قالین کے اوپر شیر بنُا ہوا ہے۔ قالین کے اوپر یہ شیر دراصل ان نظر نہ آنے والے خانوں کی تقسیم در تقسیم ہے۔ اس کو اور زیادہ واضح طور پر سمجھنے کے لئے گراف پیپر کو سامنے رکھیئے۔ گراف پیپر میں چھوٹے چھوٹے چوکور خانوں پر اس طرح پنسل پھیریئے کہ ناک بن جائے، کان بن جائے، آنکھ بن جائے، تو گراف پیپر پر آپ کو تصویر بنی ہوئی نظر آئے گی۔ اب ہمارے سامنے تین صورتیں ہیں۔ ایک چوکور خانہ یعنی طولاً عرضاً لکیریں، جب ہم طولاً عرضاً لکیریں فاصلہ کا تعین کئے بغیر کاغذ پر کھینچتے ہیں تو ہمیں چھوٹے چھوٹے خانوں کا ایک جال نظر آتا ہے۔ اس جال پر جب پنسل سے تصویر کشی کی جاتی ہے تو تصویر واضح اور نمایاں ہوجاتی ہے اور خانے غیر واضح اور غیر نمایاں ہوجاتے ہیں۔

یہ ساری زمین مفرد اور مرکب لہروں سے بنی ہے۔ جب مفرد لہریں غالب ہوتی ہیں تو کششِ ثقل لہروں کے غلبہ کی مناسبت سے کم ہوجاتی ہے یا اس کی نفی ہوجاتی ہے اور جب مفرد لہر کے ساتھ

ایک اور لہر مل جاتی ہے تو پھر کششِ ثقل کا غلبہ ہوجاتا ہے اور اس عمل کو مرکب لہروں کا نام دیا جاتا ہے۔

مفرد اور مرکب لہروں میں نور اور روشنی کا اجتماع ہے۔ نور اور روشنی کا یہ اجتماع حرکت ہے یعنی حرکت خلاء میں اس طرح پھیلی ہوئی ہے کہ وہ اپنا تعین دو طرح سے کرتی ہے۔ ایک مفرد لہر سے اور دوسرے مرکب لہر سے۔ لہریں خلاء میں اس طرح پھیلی ہوئی ہیں کہ نہ تو وہ ایک دوسرے سے فاصلہ پر ہیں اور نہ وہ ایک دوسرے سے پیوست ہیں۔ یہی لکیریں مادی اجسام کو الگ الگ کرتی ہیں اور اور یہی لکیریں مادی اجسام میں ایک دوسرے کی شناخت کا ذریعہ ہیں۔

موالیدِ ثلاثہ یعنی مادی عناصر سے بننے والی مخلوق مرکب لہروں کی مخلوق ہے۔ لیکن ہر مخلوق کی بنیاد اور حرکت مفرد لہر ہے۔ اگر مفرد لہر نہیں ہوگی تو مرکب لہر نہیں ہوگی۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تخلیقِ کائنات کے رازداں ہیں۔ اسرارِ کن فیکون کے فارمولوں کے ماہر ہیں۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

"حق آگیا اور باطل مٹ گیا"

پڑھ کر چھڑی سے بتوں کی طرف اشارہ کیا تو مفرد اور مرکب دونوں لہروں کا نظام ٹوٹ گیا۔ نتیجہ میں بت اوندھے منہ گر کے ریزہ ریزہ ہوگئے۔

درخت کی گواہی

مکہ میں ایک مرتبہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا کہ تم میں سے جو شخص جنات سے ملاقات کرنا چاہتا ہے وہ آج رات میرے پاس آجائے۔ ابن مسعودؓ کے سوا اور کوئی نہیں آیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم انہیں ساتھ لے کر مکہ کی ایک اونچی پہاڑی پر پہنچے۔ آپؐ نے حصار کھینچ کر فرمایا کہ تم حصار سے باہر نہ آنا۔ حضورؐ نے ایک جگہ کھڑے ہوکر قرآن پڑھنا شروع کردیا۔ کچھ دیر بعد ایک جماعت نے آپؐ کو اس طرح گھیر لیا کہ آپؐ ان کے بیچ میں چھپ گئے۔ جنات کے گروہ نے کہا کہ تمہارے پیغمبر ہونے کی کون گواہی دیتا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ درخت گواہی دیگا۔ آپؐ نے اس درخت سے پوچھا میں کون ہوں۔ درخت نے گواہی دی کہ آپؐ اللہ کے فرستادہ بندے اور آخری نبی ہیں۔ یہ دیکھ کر سارے جنات ایمان لے آئے۔

* * *

ہر جسمانی وجود کے اوپر ایک اور جسم ہے۔ اس جسم کو علمائے

باطن ہیولیٰ کہتے ہیں۔ روحانی آنکھ اس جسم کے طول و عرض اور جسم میں تمام خدوخال ہاتھ، پیر، آنکھ، ناک، دماغ کا بھی مشاہدہ کرتی ہے۔ نہ صرف مشاہدہ کرتی ہے بلکہ ان کے اندر روشنیوں کے ٹھوس پن کو بھی محسوس کرتی ہے۔

تخلیق کا قانون ہمیں بتاتا ہے کہ پہلے روشنیوں سے بنا ہوا جسم تخلیق ہوتا ہے۔ پھر مادی وجود کی تخلیق عمل میں آتی ہے۔ لیکن دونوں میں ٹھوس پن موجود ہے۔ ہم مفرد اور مرکب لہروں کی وضاحت کرچکے ہیں۔ مفرد لہر ایسی حرکات کا مجموعہ ہے جو ایک سمت سے دوسری سمت میں جاری و ساری ہے۔ اگر مخالف سمت سے ایک سمت سے دوسری سمت لہر مفرد لہروں میں پیوست ہوجائے اور اس کے اوپر نقش و نگار بن جائیں تو اس کا نام انسان اور انسان کی دنیا ہے۔ لیکن اگر مفرد لہریں ایک دوسرے سے پیوست ہوجائیں اس طرح کہ پیوست بھی رہیں اور فاصلہ بھی ختم نہ ہو اور اس بساط پر نقش و نگار بن جائیں تو اس کا نام جنات اور جنات کی دنیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ مفرد لہروں کے اوپر نقش و نگار یعنی آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پیر وغیرہ کی دنیا، جنات کی دنیا ہے اور مرکب لہروں پر نقش و نگار یعنی ہاتھ، پیر اور دوسرے اعضاء اگر نقش ہوں تو مادی وجود کی دنیا ہے۔

مادی وجود کی دنیا میں جس طرح انسان کے علاوہ اور بے شمار مخلوقات ہیں۔ اسی طرح جنات کی دنیا میں بھی زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے اور وہ تمام مخلوقات موجود ہیں جو ہمیں زمین پر نظر آتی ہیں۔ فرق یہ ہے کہ انسان مرکب لہروں کی تخلیق ہے۔ جبکہ جنات مفرد لہروں سے بنے ہوئے ہیں۔ جس طرح مرکب لہروں کی تخلیق میں پانچ حسیں کام کرتی ہیں اسی طرح مفرد لہروں کی مخلوق میں بھی پانچ حسیں کام کرتی ہیں۔ جنات بولتے بھی ہیں، جنات سنتے بھی ہیں، جنات کی دنیا میں کھیتی باڑی بھی ہوتی ہے اور جنات کی دنیا میں سائنسی ایجادات کا بھی عمل دخل ہے۔

جنات کی دنیا ایسی دنیا ہے جو ہماری زمین کے گلوب کی حدود میں ہے اور زمین سے تقریباً دس لاکھ چھپن ہزار فٹ خلاء میں جنات کی دنیا کی حدود شروع ہوجاتی ہیں۔ اس کی مثال اس طرح ہے کہ جیسے بہت بڑی زمین کے رقبے پر چھت ڈال دی جائے اور چھت پر کھیتی باڑی بھی کی جائے، مکان بھی بنائے جائیں، درخت بھی لگائے جائیں اور وہاں مخلوق بھی آباد ہو۔ چھت پر موجود مخلوق کو نہ تو زمین سے انسان دیکھ سکتا ہے اور نہ ہی چھت پر سے جنات انسان کو دیکھ سکتے ہیں۔ نہ دیکھنے کی وجہ یہ ہے کہ ہم جس ٹھوس مادیت سے واقف ہیں اور وہ ٹھوس مادیت جس پر روشنی کا غلبہ ہے، الگ الگ ہیں۔

انسانی دنیا میں ماں کے بطن سے بچہ نو ماہ میں پیدا ہوتا ہے اور جنات کی دنیا میں ماں کے بطن سے بچہ انسانی اعداد و شمار کے مطابق نو سال میں پیدا ہوتا ہے۔ اسی طرح ان کی عمر کا تعین بھی ہے۔

جنات اور انسان دونوں مکلّف مخلوق ہیں۔ دونوں دنیاوی علوم کی طرح روحانی علوم سیکھ سکتے ہیں۔ کائنات میں جتنی چیزیں، جتنے رنگ اور جتنے روپ ہیں ان کے لئے ایک مخصوص طولِ حرکت مقرر ہے۔ جس چیز کے لئے جو مقداریں معین کر دی گئی ہیں ان میں کمی بیشی نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں دو مکلف مخلوق کا تذکرہ کیا ہے۔

ترجمہ:

"اے گروہِ جنات اور گروہِ انسان! تم زمین اور آسمان کے کناروں سے نکل کر دکھاؤ، تم نہیں نکل سکتے مگر سلطان سے۔" (الرحمٰن)

سلطان کا مطلب روحانی صلاحیتیں ہیں۔ اگر کوئی انسان یا جن روحانی صلاحیت کو بیدار اور متحرک کرلے تو آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل کر غیب کی دنیا کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔

جتنے بھی انبیاء تشریف لائے ان سب کی تعلیمات کا حاصل یہ ہے کہ انسان مادی وجود میں رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا عرفان حاصل

کرے اور اللہ کا عرفان حاصل کرنے کے لئے غیب کی دنیا میں داخل ہونا ضروری ہے جو سلطان (روح) کے ذریعہ ممکن ہے۔ اس لئے کہ ازل میں روح اللہ کی آواز سن چکی ہے۔ اللہ کو دیکھ چکی ہے اور پورے ہوش و حواس کے ساتھ اللہ کو دیکھ کر اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے۔ انسان کے عالمِ وجود میں یا جنات میں، انسان پر یا جن پر ایسا پردہ پڑ جاتا ہے جس کی وجہ سے وہ نور یا روشنی کی دنیا کو نہیں دیکھ سکتا اور جب یہ وجودی پردہ ہٹ جاتا ہے تو انسان کو اپنی روح کا ادراک ہوتا ہے اور روح ازل میں اللہ کو دیکھ چکی ہے۔ اللہ کی آواز سن چکی ہے اور اللہ کی ربوبیت کا اقرار کرچکی ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جب پہاڑ پر تشریف لے گئے اور آپؐ نے قرآن پاک کی تلاوت فرمائی تو آیتوں کے انوار جن کو نورانی مفرد لہریں کہتے ہیں متحرک ہوگئے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جنات کی مخلوق آگئی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی یہ دنیا دیکھی۔ حضرت ابن مسعودؓ حضورؐ کے ساتھ تشریف لے گئے تھے، آیاتِ مبارکہ کے انوار جو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زبان سے ظاہر ہوئے ان انوار سے حضرت ابن مسعودؓ کے اندر روحانی صلاحیتیں بیدار ہوگئیں یعنی نورِ نبوت سے ان کا باطن نہ صرف روشن ہوگیا بلکہ ان کے اندر انوار کا ذخیرہ اتنا زیادہ ہوگیا کہ انہوں نے جنات کی دنیا کو دیکھ لیا۔ درخت کا

گواہی دینا اس بات کی سند ہے کہ جنات کی دنیا کے تمام افراد نے اور تمام مخلوقات نے سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی رسالت و نبوت کا اقرار کیا اور جنات مسلمان ہوگئے۔

علمائے باطن کے مطابق اب بھی جنات کی دنیا میں اربوں کی تعداد میں مسلمان ہیں۔ جس طرح مادی وجود کا مسلمان بندہ نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتا ہے اسی طرح جنات کی دنیا میں بھی مسلمان جن اور ان کی خواتین نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ادا کرتی ہیں۔ کوئی شخص یہ اعتراض کرسکتا ہے کہ جنات نظر کیوں نہیں آتے تو ہم یہ سوال کرنے کی جرأت کرتے ہیں کہ انسان کو وائرس کیوں نظر نہیں آتا؟ بیکٹیریا کیوں نظر نہیں آتا؟ لیکن اگر کوئی Sensitive Device بنالی جائے تو اس سے بیکٹیریا یا وائرس کا ادراک ہوجاتا ہے۔ اسی طرح اگر انسان مفرد لہروں کا علم حاصل کرلے تو وہ جنات کو اور جنات کی دنیا کو دیکھ سکتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ اعجاز ہے کہ انہیں مرکب لہروں، مفرد لہروں، نورانی لہروں اور ماورائے نور لہروں کا علم بدرجۂ اتم حاصل ہے۔

حنین جذع کا واقعہ

عربی میں حنین مشتاق کی اس آواز کو کہتے ہیں جو محبوب کے فراق میں اس کے منہ سے نکلے اور جذع کھجور کے کٹے ہوئے تنے کو کہتے ہیں۔

رسولِ اکرمؐ مدینہ میں جمعہ کے روز کھجور کے خشک درخت سے ٹیک لگا کر خطاب فرماتے تھے۔ ایک انصاری صحابیہ نے بہترین لکڑی سے منبر تیار کرا کے مسجد نبوی میں بھیجا اور حضورؐ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ خطبہ کے وقت حضورؐ اس منبر پر رونق افروز ہوں۔ جمعہ کے روز جب حضورؐ منبر پر تشریف فرما ہوئے تو کھجور کا تنا رونے لگا۔ اس کا رونا ایسا دردناک تھا جیسے اونٹنی اپنے بچے سے بچھڑ کر بلکتی ہے، کوئی بچہ اپنی ماں سے جدا ہوکر روتا ہے۔ اس کی فریاد اتنی غم ناک تھی کہ لگتا تھا کہ شدتِ غم سے ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے گا۔ مسجدِ نبوی میں موجود تمام صحابہؓ نے اس آواز کو سنا اور محمد رسول اللہؐ منبر سے اتر آئے، درخت پر اپنا دستِ شفقت رکھا اور پھر اسے اپنے سینے سے لگایا۔ کھجور کا تنا چپ ہوگیا۔ مگر روتے ہوئے

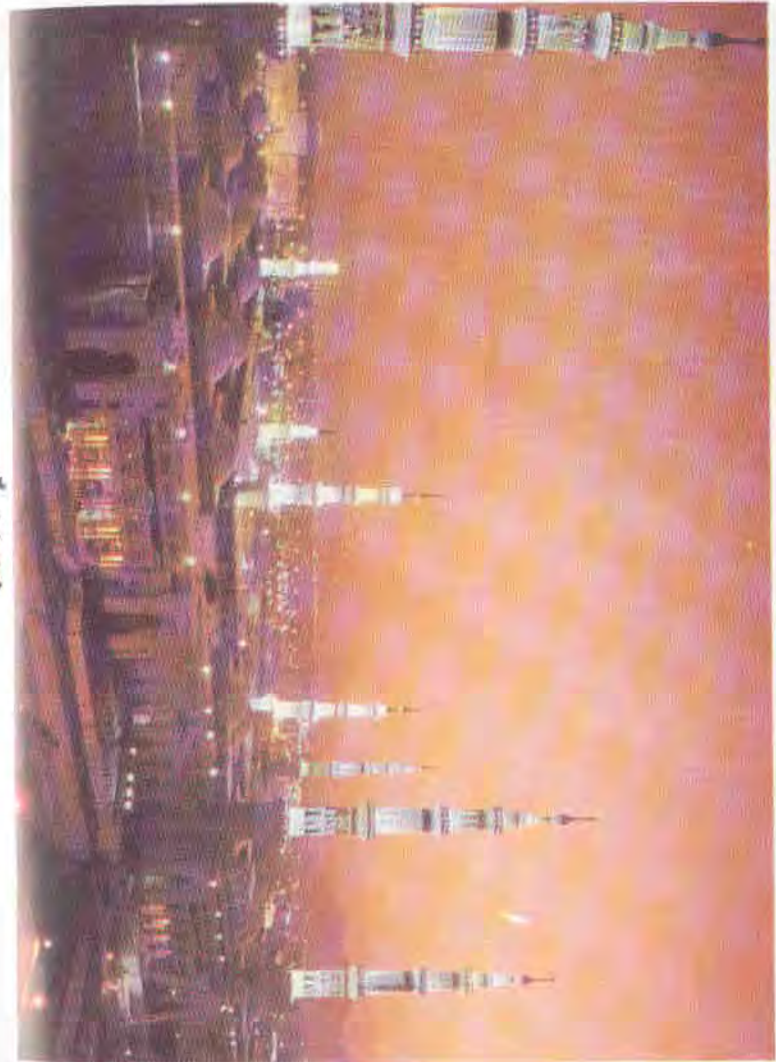
بچے کی طرح ہچکی لگی ہوئی تھی۔ حضورؐ نے اس سے فرمایا:

"اگر تو پسند کرے تو میں تیرے لئے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تجھے جنت الفردوس میں اس مقام پر جگہ دے جہاں میں ہوں۔ تو وہاں ابدالآباد تک رہے۔ انبیاء اور اولیاء تیرے پھل کھایا کریں"۔ آپؐ کے ارشاد کے جواب میں کھجور کے تنے نے کہا۔ "ایسا ضرور فرمائیے۔" محمد رسول اللہؐ نے کھجور کے اس تنے کو مسجد میں دفن کرادیا۔

* * *

نباتات زندہ ہونے کے ساتھ ساتھ باشعور بھی ہیں۔ وہ مکمل حواس رکھتی ہیں۔ وہ ہماری محبت و نفرت کو پہچانتی ہیں اور اس سے متاثر ہوتی ہیں۔ انتقالِ خیال کے علوم سے پودے پوری طرح واقف ہیں۔ پودے دیکھتے ہیں، بولتے ہیں، سوچتے ہیں، یاد رکھتے ہیں اور ہمارے مخفی خیالات پڑھ لیتے ہیں۔

سائنسی تجربات نے یہ ثابت کیا ہے کہ پودے شعور رکھتے ہیں اور اپنے احساسات کا اظہار کرتے ہیں۔ درخت اور پودے پاک طینت لوگوں کی قربت سے خوش ہوتے ہیں۔ پیچیدہ اور منفی خیالات رکھنے والے افراد کی قربت انہیں ناگوار گزرتی ہے۔ کرلین فوٹو گرافی کے تجربات سے یہ ثابت ہوگیا ہے کہ محبت کا ہاتھ



مسجد نبویؐ

پھیرنے سے پودے خوش ہوتے ہیں اور ان کے اردگرد موجود روشن ہالہ کی طاقت بڑھ جاتی ہے۔ پودوں کے لئے دل میں پیار و محبت کے جذبات رکھنے والا فرد جب پودا لگاتا ہے، اس کی آبیاری اور دیکھ بھال کرتا ہے تو پودوں کے بڑھنے اور پھلنے پھولنے کی رفتار بڑھ جاتی ہے۔ کیلی فورنیا میں ایک نرسری کے مالک نے برسوں کی محنت سے تھور (Cactus) کی ایک قسم پیدا کی۔ جس پر کانٹے نہیں ہوتے۔ نرسری کے مالک نے پودوں سے مخاطب ہوکر انہیں تسلی دی کہ وہ پودے کی حفاظت کرے گا۔ اس کی ہر طرح کی ضروریات کا خیال رکھے گا۔ پودے کو اب کانٹے اگانے کی ضرورت نہیں۔ طویل عرصے تک وہ پودے کو یقین دلاتا رہا۔ وہ پودے سے محبت بھرے انداز میں بات کرتا تھا۔ اس کی آبیاری اور صفائی وغیرہ کا خیال رکھتا تھا۔ جب پودے کو یقین و اطمینان ہوگیا تو بغیر کانٹوں والی نئی قسم پیدا ہوگئی۔

کینیڈا کے سائنسدانوں نے اوٹاوا یونیورسٹی میں تجربات کئے کہ اگر گندم کے بیجوں کو Herts 5000 کی آواز سنائی جائے تو وہ بہت جلد اگتے ہیں۔ پودوں پر موسیقی کے اثرات پر تجربات کئے گئے تو یہ حقیقت منکشف ہوئی کہ اونچی آواز والی موسیقی کے شور سے پودے میوزک کے منبع کی مخالف سمت جھک جاتے ہیں جبکہ

نرم و لطیف موسیقی پودوں میں سرشاری اور مستی کی کیفیت پیدا کرتی ہے۔

ملزموں کا نفسیاتی تجزیہ کرنے کے لئے ایک مشین ایجاد ہوئی ہے۔ جسے جھوٹ پکڑنے والی مشین کہا جاتا ہے۔ یہ مشین جھوٹ یا سچ بولنے کی صورت میں جسم میں ہونے والی تبدیلیوں مثلاً خون کے دباؤ، تنفس کی رفتار، نسوں اور پٹھوں کے کھچاؤ، تناؤ اور جلد پر دوڑنے والے خفیف کرنٹ میں ہونے والی تبدیلی کو ظاہر کرتی ہے۔ ایک محقق نے پودے کے اندر ہونے والی تبدیلیوں کو ریکارڈ کرنے کے لئے یہ مشین استعمال کی۔ اس نے مشین کی تاریں پودے سے جوڑ دیں اور تبدیلیوں کے اتار چڑھاؤ کے اثرات پولی گراف مشین پر گراف کی صورت میں حاصل کئے۔ پودے کو پانی دیا گیا۔ گراف پر پودے کے احساسات پُرسکون لکیروں کی صورت میں ظاہر ہوئے۔ محقق کے ذہن میں خیال آیا کہ پتّے کو جلانا چاہیئے۔ خیال پودے پر منکشف ہوا اور پودے نے خوف کا اظہار کیا۔ پولی گراف کا پن یکدم گراف کی بلندی پر پہنچ گیا۔ لیکن جب اس نے جھوٹ موٹ ماچس جلائی تو پودے نے کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا۔ اس محقق کا پودوں سے لگاؤ اور تعلق اس قدر تھا کہ ایک مرتبہ اس کی انگلی زخمی ہوئی۔ زخم کی تکلیف اور درد کو پودے نے محسوس کیا اور

گراف پر اپنا ردعمل ظاہر کردیا۔

پریزیڈنسی کالج کلکتہ میں فزکس کے پروفیسر ریڈیو ریسرچ کے ماہر تھے۔ دھات (مادے کی سخت ترین قسم) اور گوشت کے پٹھوں (مادے کی نرم قسم) کے تناؤ پر تحقیق کے دوران انہیں پودوں کے Tissues پر تحقیق کرنے کا خیال آیا۔ تحقیق سے انہوں نے ثابت کیا کہ پودے کے ٹشوز پر بھی تناؤ کھنچاؤ کے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ کلوروفام سونگھنے سے بے ہوش ہو جاتے ہیں اور تازہ ہوا انہیں ہوش میں لے آتی ہے۔ پودے چھیڑ چھاڑ سے تھکن محسوس کرتے ہیں۔

قازقستان یونیورسٹی کے سائنسدانوں نے جب دھاتوں کی تلاش کے لئے پودوں سے تعاون چاہا تو انہیں ہدایت کی کہ مٹی میں کوئی دھات موجود ہو تو وہ بجلی کی طرح جھٹکا دیں۔ یہ تجربہ کامیاب رہا۔

پودوں پر ریسرچ کرنے والے ایک ماہر نے تجربات سے ثابت کیا کہ انسان اور نباتات کے اطلاعاتی نظاموں کے درمیان تعلق ہے۔ اطلاعاتی نظام بظاہر ایک دوسرے سے مختلف ہیں لیکن ایک دوسرے کو سمجھتے ہیں۔ قرآن میں ہے:

ترجمہ:

"کیا تونے نہیں دیکھا کہ آسمانوں اور زمین میں ہر مخلوق اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور اڑتے ہوئے پرندے اور ہر ایک

کو اپنی اپنی نماز اور تسبیح معلوم ہے اور اللہ کو ان سب کے اعمال کا پورا پورا علم ہے۔" (النور ـ ۴۱)

ترجمہ:

"ساتوں آسمانوں اور زمین میں جتنی بھی موجودات ہیں اللہ کی تسبیح کرتی ہیں اور کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو حمد کے ساتھ اس کی تسبیح نہ کرتی ہو۔ لیکن تم لوگ ان کی تسبیح کرنے کو سمجھتے نہیں۔ (اس لئے کہ تم اس کے بارے میں تدبر نہیں کرتے) تحقیق وہ ہے تحمل والا بخشنے والا۔" (بنی اسرائیل۔ ۴۴)

ترجمہ:

"جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس کی حکمت ہر چیز پر غالب ہے۔ آسمان اور زمین اس کی ملکیت ہیں۔ حیات و ممات اور ہر چیز پر قادر ہے، وہی ابتداء ہے، وہی انتہا ہے، وہی ظاہر ہے، وہی باطن ہے۔ وہ ہر چیز کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے"۔ (الحدید ۱ ـ ۳)

قرآنِ پاک میں کئی جگہ اللہ نے یہ بتایا ہے کہ آسمانوں اور زمین میں موجود ہر شئے باشعور ہے اور انہیں اپنی نماز اور تسبیح بیان کرنے

کا طریقہ معلوم ہے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام رحمت اللعالمین ہونے
کی حیثیت سے آسمانوں اور زمین کی ہر مخلوق سے واقف ہیں۔ ہر
مخلوق یہ مانتی ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لئے
رحمت ہیں۔ درخت نے جب یہ دیکھا کہ رسول اللہؐ منبر پر تشریف
لے گئے ہیں تو اسے حضورؐ سے جدائی شاق گزری اور اس نے بلک
بلک کر رونا شروع کردیا۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کا دریائے
رحمت جوش میں آگیا اور آپؐ نے لکڑی کے تنے پر دستِ شفقت
پھیرا اور اس سے فرمایا۔

"اگر تو چاہے تو میں تیرے لئے دعا کروں اور اللہ تعالیٰ تجھے
جنت الفردوس میں اس مقام پر جگہ دے، جہاں میں ہوں۔ تو وہاں
ابدالآباد تک رہے۔ انبیاء اور اولیاء تیرے پھل کھایا کریں۔"

باشعور درخت کا تنا حضورؐ کی اس عنایت پر چُپ ہوگیا۔ اس معجزہ
سے منکشف ہوتا ہے کہ ہر درخت بولتا ہے، سنتا ہے، اس کے اندر
قربت اور دوری کا احساس ہے۔ انسانوں کی طرح درخت خوش ہوتا
ہے اور روتا ہے اور دعا کی درخواست بھی کرتا ہے۔

کھجور کی تلوار

غزوہ بدر میں حضرت عکاشہؓ بن محض بڑی دلیری سے لڑ رہے تھے
کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی۔ وہ رسولِ اکرمؐ کے پاس آئے۔ اس وقت
حضورؐ کے ہاتھ میں لکڑی کی چھڑی تھی۔ حضورؐ نے چھڑی حضرت عکاشہؓ
کو دے کر فرمایا۔ "عکاشہ جاؤ جنگ جاری رکھو۔"

حضرت عکاشہؓ نے چھڑی ہاتھ میں لی تو وہ مضبوط، چمکدار اور تیز
دھار تلوار بن گئی۔ حضرت عکاشہؓ نے جنگِ بدر کی فتح تک اس تلوار
کو استعمال کیا۔ اس تلوار کا نام "العون" تھا۔

غزوہ بدر کے دوران ہی ایک اور صحابی مسلمہ بن اسلمؓ کی تلوار
ٹوٹ جانے پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں کھجور کی تازہ
ٹہنی عنایت کی جو تیز دھار تلوار میں تبدیل ہوگئی۔

حضرت عبد اللہ بن جحشؓ کی تلوار ایک جنگ کے دوران ٹوٹ گئی۔
تو سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں طلب کرکے کھجور کی شاخ
عنایت کی اور دشمنوں پر حملہ کا حکم دیا۔ کھجور کی ٹہنی تلوار بن گئی۔
اس تلوار کا نام "عرجون" ہے۔

لاٹھی قندیل بن گئی

حضرت طفیل بن عمرو معروف شاعر تھے۔ جب وہ مکہ آئے تو سرداران قریش نے بڑی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا اور کہا، اے طفیل ہم تمہیں خوش آمدید کہتے ہیں۔ تمہیں معلوم ہونا چاہئیے کہ ہماری قوم کے ایک نوجوان محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب نے ہمارے مذہب میں دراڑیں ڈال دی ہیں۔ اس کے کلام نے باپ، بیٹے، بھائی بہن اور میاں بیوی کو ایک دوسرے سے جدا کردیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ یہ مصیبت تم پر بھی نازل نہ ہوجائے۔ ہم تمہیں مشورہ دیتے ہیں کہ اس کی کوئی بات نہ سننا۔ طفیل بن عمرو بیت اللہ جاتے وقت اپنے کانوں میں روئی رکھ لیتے تھے کہ غیر اختیاری طور پر محمدؐ کی آواز کان میں نہ پڑ جائے۔ ایک روز وہ علی الصبح بیت اللہ شریف گئے تو انہوں نے دیکھا کہ محمد رسول اللہؐ کعبہ کے پاس قرآن پاک کی تلاوت کررہے ہیں۔ نہ چاہنے کے باوجود حضورؐ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ ان کے کانوں میں پہنچ گئے۔ الفاظ انہیں بہت اچھے لگے۔ انہوں نے اپنے آپ سے کہا۔ طفیل تیری ماں تجھے روئے تو نے یہ کیا طرزِ عمل اختیار کر رکھا ہے۔ تجھے اللہ نے عقل دی ہے، تو شاعر ہے۔ تو برے بھلے میں تمیز کرسکتا ہے پھر تجھے اس شخص کی باتیں سننے سے کون سی چیز مانع ہے؟ اچھی باتیں ہوں تو قبول کرلینا اچھی

باتیں نہ ہوں تو قبول نہ کرنا۔ یہ سوچ کر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے ہوگئے۔ حضورؐ جب گھر کی طرف چلے تو طفیل بھی ان کے پیچھے ہولئے۔ جب حضورؐ گھر میں داخل ہوگئے تو طفیل نے دروازہ پر دستک دی اور گھر میں داخل ہوکر سارا واقعہ سنایا اور کہا، "خدا کی قسم میں نے اس سے بہتر کوئی بات سنی ہے نہ ہی اس سے اچھا کوئی کلام مجھ تک پہنچا ہے۔" انہوں نے اسلام قبول کرلیا اور عرض کیا، "محمد رسول اللہؐ! میں اپنی قوم میں معزز ہوں اور قوم کے سبھی فرد میری بات مانتے ہیں۔ آپؐ میرے لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایسی نشانی عطا فرمادے جو دعوتِ اسلام میں میری معاون ہو۔" رسولِ اکرمؐ نے ان کے حق میں دعا فرمائی۔ جب وہ پہاڑی سے اپنے قبیلے کی طرف اتر رہے تھے تو ان کی لاٹھی کے سرے پر روشنی نمودار ہوگئی۔ وہ روشنی یوں نظر آتی تھی جیسے قندیل ہوا میں معلق ہو۔ انہوں نے اندھیری رات میں قندیل کی روشنی میں سفر طے کیا اور اپنے گھر پہنچ گئے۔ گھر والے جب ان سے ملنے آئے تو انہوں نے کہا، مجھ سے دور رہو نہ میں تمہارا ہوں نہ تم میرے ہو۔ میں مسلمان ہوگیا ہوں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا پیروکار بن گیا ہوں۔ سب نے اقرار کیا کہ تمہارا دین ہمارا دین ہے اور ہم سب مسلمان ہیں۔

حضرت طفیلؓ بن عمرو نے قبیلہ دوس کو اسلام کی دعوت دی۔ مگر وہ اپنے عقائد چھوڑنے پر تیار نہ ہوئے۔ دل گرفتہ ہوکر حضرت طفیلؓ مکہ میں آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا۔ "محمد رسول اللہؐ میں اپنی پوری کوشش کرکے دیکھ چکا ہوں مگر میرے قبیلے والے ایمان نہیں لائے۔ آپؐ ان کے لئے دعا فرمائیے۔" آپؐ نے ہاتھ اٹھائے اور بارگاہِ الٰہی میں التجا کی، "اے اللہ! قبیلۂ دوس کو ہدایت دے۔" حضورؐ نے حضرت طفیلؓ سے فرمایا، "تم اپنی قوم میں واپس جاؤ اور انہیں نرمی سے اسلام کی دعوت دو۔"

حضرت طفیلؓ واپس گئے اور حضورؐ کی ہدایت کے مطابق تبلیغِ دین شروع کردی۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غزوۂ خندق کے بعد خیبر میں تشریف فرما تھے تو حضرت طفیلؓ قبیلہ دوس کے ستّر اسّی گھرانوں کو لے کر حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔

* * *

ہر شئے دو رخوں پر پیدا کی گئی ہے ایک رخ مادیت ہے اور دوسرا رخ باطن ہے۔ یہ دونوں رخ ایک دوسرے سے ملے ہوئے ہیں۔ لیکن مادی رخ ہمیشہ باطنی رخ کے تابع ہوتا ہے۔ صلاحیت باطنی رخ میں ہوتی ہے۔ باطنی رخ سے اگر صلاحیت مادیت میں منتقل نہ ہو تو حرکت نہیں ہوتی۔ حرکت صلاحیت کا مظہر ہے اور ہر شئے کی

صلاحیت الگ الگ بھی ہے اور اجتماعی بھی۔ لکڑی کی صفت جلنا یا روشن ہونا ہے۔ جب لکڑی کا باطن رخ متحرک ہوا تو لکڑی روشن ہوکر مشعل بن گئی۔

لکڑی میں روشنی

ایک اندھیری رات میں جب بارش خوب زوروں پر تھی۔ حضرت قتاوہ بن لغمان انصاریؓ نماز باجماعت کے لئے مسجد میں آئے۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد حضرت قتاوہؓ حضورؐ کی خدمت حاضر ہوئے حضورؐ نے انہیں کھجور کی ایک شاخ دی اور فرمایا، "یہ شاخ دس ہاتھ تمہارے آگے اور دس ہاتھ تمہارے پیچھے روشنی کرے گی۔"

حضرت قتاوہؓ کھجور کی شاخ لے کر گھر کی طرف چلے تو یہ شاخ مشعل کی طرح روشن ہوگئی۔

* * *

اللہ نے قرآن پاک میں فرمایا ہے:

"ہم نے ہر چیز معین مقداروں سے تخلیق کی ہے۔"

یہ معین مقداریں ہی ہیں جن سے زمین پر مختلف چیزیں تخلیق پاتی ہیں۔ مثلاً لوہا اس کے اندر معین مقداریں کام کررہی ہیں۔ لکڑی اس کے اندر معین مقداریں کام کررہی ہیں۔ اگر لوہے اور لکڑی میں

معین مقداریں کام نہ کریں تو لکڑی لکڑی نہیں رہے گی اور لوہا لوہا نہیں رہے گا۔ معین مقداروں سے مراد یہ نہیں ہے کہ جو مقداریں لوہے کے اندر کام کررہی ہیں وہ لکڑی کے اندر کام نہیں کرتیں۔
تخلیق کرنے والی معین مقداروں کا فارمولہ یہ ہے کہ لوہے کے لئے آٹھ مقداریں معین ہیں اور لکڑی کے لئے سات مقداروں کا تعین ہے۔ تو لکڑی کی معین مقداروں میں اگر لوہے کی اضافی ایک مقدار شامل کردی جائے تو لکڑی لوہا بن جائے گی۔

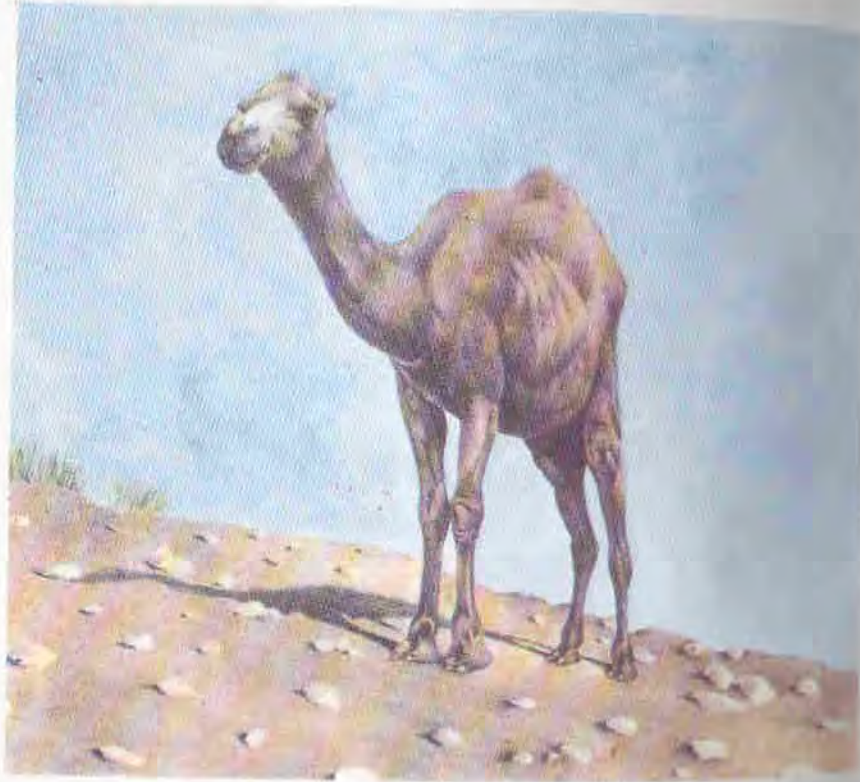
سونے (Gold) کے لئے پانچ معین مقداریں ہیں اور گیرو کے لئے چار مقداریں معین ہیں۔ سونے کو گیرو بنانے کا فارمولہ یہ ہے کہ سونے کی مقداروں میں سے ایک مقدار کم کردی جائے۔ گلاب کے پھول میں چھ معین مقداریں کام کرتی ہیں۔ جبکہ سیب کے پھول میں نو (۹) معین مقداریں کام کرتی ہیں۔ اگر سیب کے پھول کی معین مقداروں میں سے تین کم کردی جائیں تو سیب کا پھول گلاب کا پھول بن جاتا ہے اور اگر گلاب کے پھول میں تین مقداروں کا اضافہ کردیا جائے تو گلاب کا پھول سیب کا پھول بن جاتا ہے۔ یہ ایک پورا تخلیقی نظام ہے جو اللہ نے ان لوگوں کو سکھایا ہے جو لوگ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وارث اور صاحبِ تکوین ہیں۔ جس وقت سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کھجور کی لکڑی حضرت عکاشہ

بن محصنؓ، حضرت مسلمہ بن اسلمؓ، حضرت عبد اللہ بن جحشؓ اور حضرت قتادہؓ کو دی تو تخلیقی فارمولوں کے تحت مقداروں میں ردو بدل ہوگیا اور یہ ردو بدل قرآن پاک کے ارشاد کے مطابق ہے۔

ترجمہ:

"ہم نے تمہارے لئے مسخر کردیا جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، سب کا سب۔"
(الجاثیہ ۔ ۱۳)

"آسمانوں اور زمین میں ہے" کا مفہوم یہ ہے کہ جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے سب کا سب رائی سے بھی چھوٹا ذرہ اور پہاڑ کے برابر ذرہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تصرف میں ہے۔



اونٹ نے حضورؐ کے قدموں میں سر رکھا

محمد رسول اللہؐ ایک بار مجلس میں تشریف فرما تھے۔ ایک اونٹ حضورؐ کے پاس آیا اور حضورؐ کے قدموں میں اپنا سر رکھدیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا یہ اونٹ اپنے مالک کی شکایت کررہا ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اونٹ کو اس کے مالک سے خرید لیا۔

اونٹ نے شکایت کی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک انصاری کے باغ میں گئے تو ایک اونٹ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھ کر رونے لگا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے دیکھ کر حضورؐ اس کے پاس آئے اور اس کی گردن پر پیار سے ہاتھ پھیرا۔ اونٹ نے میٹھی میٹھی نظروں سے حضورؐ کو دیکھا اور آنکھوں ہی آنکھوں میں اپنے مالک کی شکایت کی۔ حضورؐ نے پوچھا اونٹ کا مالک کون ہے۔ ایک انصاری نوجوان سامنے آیا۔ اس نے عرض کیا یا رسول اللہؐ یہ اونٹ میرا ہے۔ حضورؐ نے فرمایا:

"کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک

بنایا ہے۔ اللہ کو حاضر و ناظر نہیں جانتا۔ تیرے اونٹ نے شکایت کی ہے کہ تو اسے بھوکا رکھتا ہے اور کام کام زیادہ لیتا ہے۔

ہرنی نے حضورؐ سے بات کی

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک وادی سے گزر رہے تھے کہ "یا رسول اللہؐ" کہہ کر کسی نے پکارا۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دیکھا کہ ایک ہرنی بندھی ہوئی ہے۔ اس کے قریب بدو سویا ہوا ہے۔ ہرنی بولی، یا محمد رسول اللہؐ! اس بدو نے مجھے پکڑ لیا ہے۔ سامنے پہاڑ میں میرے دو بچے بھوکے ہیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لئے مجھے آزاد کردیں میں بچوں کو دودھ پلا کر واپس آجاؤں گی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی رسّی کھول دی۔ ہرنی وعدے کے مطابق بچوں کو دودھ پلا کر واپس آگئی۔ آپؐ اسے رسّی سے باندھ رہے تھے کہ بدو بیدار ہوگیا۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہؐ یہ ہرنی میں خوشی سے آپؐ کو ہدیہ کرتا ہوں۔ آپؐ نے بدو سے کہا اسے آزاد کردے۔

ام سلمہؓ فرماتی ہیں کہ آزاد ہونے کے بعد ہرنی قلانچیں بھرتی ہوئی پہاڑ کے دامن میں اپنے بچوں کے پاس چلی گئی۔

* * *

کائنات میں ہر فرد، قدرت کا بنا ہوا ایک کمپیوٹر ہے اور اس

کمپیوٹر میں کہکشانی نظاموں سے متعلق تمام اطلاعات فیڈ ہیں اور کمپیوٹر ڈسک کی طرح یہ اطلاعات ہر کمپیوٹر میں ذخیرہ ہیں۔ کہکشانی نظاموں میں جاری و ساری یہ اطلاعات، لہروں کے دوش پر ہمہ وقت سفر کرتی رہتی ہیں۔ ہر موجود شئے کا دوسری موجود شئے سے لہروں کے ذریعہ اطلاعات کا تبادلہ ہوتا رہتا ہے۔ سائنس دان روشنی کو زیادہ سے زیادہ تیز رفتار قرار دیتے ہیں۔ لیکن وہ اتنی تیز رفتار نہیں ہے کہ زمانی مکانی فاصلوں کو منقطع کردے۔ زمانی اور مکانی فاصلے لہروں کی گرفت میں رہتے ہیں۔ اگر کسی فرد کے ذہن میں جنات، فرشتوں اور آسمانوں اور زمین سے متعلق اطلاعات کا تبادلہ نہ ہو تو، انسان فرشتوں، جنات، درخت، پہاڑ، سورج اور چاند کا تذکرہ نہیں کرسکتا۔ کہکشانی نظام اور کائنات میں جتنی بھی نوعیں اور نوعوں کے افراد کے خیالات کی لہریں ہمیں منتقل ہوتی رہتی ہیں۔ اسی طرح ہماری زندگی سے متعلق تمام خیالات لہروں کے ذریعے ہر مخلوق کو منتقل ہوتے رہتے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ انسان کے علاوہ دوسری مخلوقات اس قانون سے واقف نہ ہوں۔ خیالات کی منتقلی ہی دراصل کسی مخلوق کی پہچان کا ذریعہ بنتی ہے۔ ہم کسی آدمی یا کسی مخلوق کے فرد سے اس لئے متاثر ہوتے ہیں کہ مخلوق کے فرد کی لہریں، ہمارے اندر دور کرنے والی لہروں میں جذب ہورہی ہیں۔ انسان کا لاشعور کائنات کے دور دراز گوشوں سے

مسلسل رابطہ رکھتا ہے۔ اس ربطہ کے ذریعے انسان اپنا پیغام کائنات کے ہر ذرّہ تک پہونچا سکتا ہے اور دوسروں کے خیالات سے آگاہ ہوسکتا ہے۔ بات صرف اتنی ہے کہ انسان اس قانون سے واقف ہوجائے کہ کائنات کی تمام مخلوق کا خیالات کی لہروں کے ذریعہ ایک دوسرے سے رابطہ اور تعلق ہے۔ خیال اس اطلاع کا نام ہے جو ہر آن اور ہر لمحہ زندگی سے قریب کرتی ہے یا دنیاوی زندگی سے دور کردیتی ہے۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کائناتی زندگی اور کائناتی سسٹم کے امین اور اس پورے سسٹم پر حاکم ہیں۔ اونٹ نے جب حضورؐ کو اپنی درد بھری کہانی سنائی تو رحمتہ اللعالمین نے اونٹ کے مالک سے فرمایا۔ اونٹ تیری شکایت کرتا ہے کہ تو اسے پیٹ بھر کر غذا نہیں دیتا۔

تبادلۂ خیال کے اس قانون کے تحت ہرنی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بپتا سنائی۔ اس قصّہ میں یہ بات بھی توجہ طلب ہے کہ چوپائے جھوٹ نہیں بولتے اور ایفائے عہد کرتے ہیں۔

اور آپؐ نے نہیں پھینکی مٹھی خاک

مدینہ آنے کے بعد چند ماہ مسلمان مہاجرین کے لئے بڑے صبر آزما تھے۔مہاجرین اپنا سارا اثاثہ اور بیوی بچے چھوڑکر مدینہ آئے تھے۔انہیں مالی پریشانیوں کےساتھ ساتھ گھر گرہستی کی دشواریوں کا بھی سامنا تھا۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مدینہ کے مسلمانوں اور مکے سے آئے ہوئے مسلمانوں کے مابین رشتۂ اخوت قائم کردیا اور مدینہ کےانصارنے ایثار و خلوص کی اعلیٰ مثال قائم کی۔ ہر انصاری مسلمان نے اپنے مال و اسباب میں سے نصف اپنے مہاجر بھائی کو دیا۔

کچھ عرصہ کے بعد مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان خلیج پیدا ہوئی تو قریش نے اس سے فائدہ اٹھایا اور یہودیوں کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ مدینہ کے یہودی اس پر آمادہ ہوگئے کہ وقت پڑنے پر وہ قریش کا ساتھ دیں گے۔ یہودیوں کی اقتصادی اور معاشی حیثیت مضبوط تھی۔ بازار اور منڈیاں ان کے ھاتھ میں تھیں۔ قریش نے مسلمانوں کو معاشی طور پر جکڑنے کا پروگرام بنایا اور مدینہ کی اقتصادی ناکہ بندی کردی۔اشیائے خورد و نوش اور دیگر سامان مدینہ میں پہنچنا بند ہوگیا۔

مدینہ کے باشندے فاقہ کشی پر مجبور ہوگئے۔

مکہ والوں کی دشمنی اور شر انگیزی سے تنگ آکر مسلمانوں نے فیصلہ کیا کہ وہ بھی مکہ کے تجارتی قافلوں کو مدینہ کے قرب و جوار سے نہیں گزرنے دیں گے۔ تجارتی قافلوں کی گزرگاہوں پر آباد قبائل سے معاہدہ کرکے انہیں اپنا حلیف بنالیا اور آنے اور جانے والے قافلوں کا راستہ بند کردیا۔ چند تجارتی قافلے جب اس صورتحال سے دوچار ہوئے تو قریش کو تشویش ہوئی۔ سالانہ تجارتی قافلہ جب ابوسفیان کی قیادت میں دو ہزار اونٹوں پر سامانِ تجارت لے کر جارہا تھا تو مکہ میں یہ افواہ پھیل گئی کہ مسلمان قافلہ لوٹنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ اس افواہ سے لوگوں میں سراسیمگی پھیل گئی۔

بے شمار اونٹوں اور تیز رفتار گھوڑوں پر مسلح فوج مکہ سے روانہ ہوئی۔ اس لشکر میں مکہ کے بڑے بڑے سردار شامل تھے۔ لشکر کی تیاری اور مسلمانوں کے خلاف جذبات ابھارنے میں ابوجہل پیش پیش تھا۔ ابوسفیان تجارت کا سامان لے کر بحفاظت مکہ پہنچ گیا۔ لشکر کو اطلاع ملی تو انہوں نے اپنے سپہ سالار سے واپس چلنے کو کہا۔ لیکن ابوجہل نے کہا "ہم اس خوشی میں جشن منائیں گے اور جشن مدینہ کے قرب و جوار میں پُر فضا مقام پر ہوگا تاکہ مدینہ والے ہماری طاقت سے مرعوب ہوجائیں اور وہ قبائل جو مسلمانوں کے حلیف بن

گئے ہیں معاہدہ توڑ دیں اس طرح سارے عرب میں ہماری قوت کی دھاک بیٹھ جائے گی۔"

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ابوجہل کی سازش اور قریشِ مکہ کے ارادوں کا علم ہوا تو آپؐ نے مسلمانوں کو جمع کیا اور ابوجہل کی سازش کو ناکام کردینے کا اعلان کردیا۔ مہاجرین کی نمائندگی کرتے ہوئے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت فاروقؓ نے آپؐ کی تائید کی۔ مدینہ کے انصار کی طرف سے مقداد بن عمروؓ نے کہا، "جو حکم اللہ کی جانب سے آپؐ کو ہوا ہے اس کی تعمیل میں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ ہم بنی اسرائیل کی طرح نہیں کریں گے کہ انہوں نے اپنے پیغمبر سے کہا تھا کہ تو اور تیرا خدا جاکر دشمنوں سے لڑائی کرے۔ قسم ہے اس ذات کی جس نے آپؐ کو حق و صداقت کے ساتھ بھیجا ہے۔ ہم جاں نثاری کے ساتھ آپ کی پیروی کریں گے۔"

سن ۲ ہجری ماہ رمضان میں ۳۱۳ رضاکار جن کے پاس ستّر اونٹ اور دو گھوڑے تھے، مدینہ سے بدر کی طرف روانہ ہوئے۔ لشکر کے افراد باری باری سواری کے جانور استعمال کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے اور مدینہ سے اسّی میل کے فاصلہ پر بدر کے چشموں کے قریب پڑاؤ ڈال دیا۔ بھرپور جنگی سازوسامان کے ساتھ قریش کی فوج نے وادی کے

دوسرے سرے پر پڑاؤ ڈالا تھا۔

اسلامی انٹیلی جنس نے مکی لشکر کے دو افراد کو گرفتار کرلیا۔ ان سے اہم معلومات حاصل ہوئیں۔ حضرت حباب بن منذرؓ کے مشورے سے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کے قیام کی جگہ تبدیل کردی اور آگے بڑھ کر چشموں کے پانی پر قبضہ کرلیا۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ کرامؓ کی معیت میں میدانِ جنگ کا جائزہ لیا۔ ایک مقام پر پہنچ کر آپؐ نے فرمایا کل اس جگہ ابوجہل مارا جائے گا۔ کچھ فاصلہ طے کرنے کے بعد دوبارہ ارشاد فرمایا، اس جگہ عتبہ کا لاشہ گرے گا۔ اس طرح چیدہ چیدہ تمام سردارانِ قریش کے واصلِ جہنم ہونے کے مقامات سے اپنے رفقاء کو آگاہ کیا۔

اسی رات بارش برسی اور جس جگہ مسلمان لشکر کا پڑاؤ تھا۔ وہاں کی ریت دب گئی جبکہ قریش مکہ کا لشکر جس جگہ اترا تھا وہ زمین کیچڑ میں تبدیل ہوگئی۔

ترجمہ:

"جس وقت ڈال دی تم پر اونگھ، اپنی طرف سے تسکین کو، اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کرے اور دور کرے تم سے شیطان

کی نجاست، اور تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور ثابت کرے تمہارے قدم"۔ (الانفال ۔ ۱۱)

سعد بن معاذؓ کی تجویز پر لشکر سے پیچھے ایک بلند ٹیلے پر سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کے لئے چھپر ڈال کر مرکزِ قیادت بنادیا گیا جہاں سے آپؐ دونوں لشکروں کا بآسانی جائزہ لے سکتے تھے۔

دوسری صبح قریش کا لشکر نخوت و کبر کی تصویر بن کر متکبرانہ طمطراق سے وادی بدر میں اترا۔ قریش کے سردار عتبہ بن ربیعہ پر صورتِ حال واضح ہوئی کہ ابوجہل اور چند دیگر سرداروں کی ہٹ دھرمی خون خرابے اور اپنے مسلم رشتہ داروں کو قتل و غارت کرنے کا باعث بن رہی ہے تو اس نے قریش کو مخاطب کرکے کہا۔ تم لوگ محمدؐ اور ان کے ساتھیوں سے لڑ کر کوئی کارنامہ انجام نہیں دو گے۔ اگر تم نے انہیں شکست دے کر قتل کردیا تو تمہیں ایسے چہرے نظر آئیں گے جن کو دیکھ کر تمہیں خوشی نہیں ہوگی۔ کیونکہ ہر آدمی اپنے قبیلہ کے کسی فرد یا قریبی رشتہ دار کو قتل کرے گا۔ جنگ کے ارادے سے باز رہو اور واپس چلو۔ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں سے کنارہ کش ہو جاؤ، عرب والے خود ہی محمدؐ سے نبٹ لیں گے۔ عتبہ سرخ اونٹ پر سوار تھا۔ اس کو دیکھ کر سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا کہ قوم میں سے کسی شخص کے پاس خیر ہے تو سرخ اونٹ

والے کے پاس ہے اگر لوگوں نے اس کی بات مان لی تو صحیح راہ پائیں گے۔

عتبہ کی تقریر کا اثر ختم کرنے کے لئے ابو جہل نے دعا کے لئے ہاتھ پھیلائے اور کہا "اے اللہ! ہم میں سے جو فریق قرابت کو زیادہ کاٹنے والا اور غلط حرکتیں زیادہ کرنے والا ہےاسے تو آج توڑ دے۔اے اللہ! ہم میں سے جو فریق تیرے نزدیک زیادہ محبوب اور زیادہ پسندیدہ ہے آج اس کی مدد فرما۔"

قرآن حکیم نے اس کا جواب سورۃ انفال آیت نمبر ۱۹ میں دیا ہے۔

ترجمہ:

" اگر تم چاہو فیصلہ ، سو پہنچ چکا تم کو فیصلہ، اور اگر باز آؤ تو تمہارا بھلا ہے اور اگر پھیر کروگے تو ہم بھی پھیر کرینگے اور کام نہ آوے گا تم کو تمہارا جتھا اگرچہ بہت ہوں اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے ایمان والوں کے۔"

۱۷ رمضان المبارک سن ۲ ہجری کی صبح صف بندی ہوئی ۔ جنگ شروع ہونے سے قبل سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے سجدہ ریز ہوکر ربّ العزت کے حضور التجا کی:

"الٰہی یہ قریش ہیں۔ کبر و نخوت سے جن کی گردنیں اکڑی ہوئی ہیں۔ تیرے نافرمان ہیں اور تیرے رسول سے آمادۂ جنگ ہیں۔ الٰہی ہمیں نصرت اور مدد کی ضرورت ہے۔ جس کا تونے وعدہ فرمایا ہے۔ اے اللہ! تجھ پر ایمان لانے والے قلیل ہیں۔ آج تو نے انہیں ہلاک کردیا تو روئے زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔"

سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کی چادر کندھوں سے ڈھلک گئی اور سجدہ طویل ہوگیا۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور سارے اسلامی لشکر پر چند لمحوں کے لئے اونگھ طاری ہوگئی۔ اسلامی لشکر نے جب آنکھیں کھول کر دشمن فوج کی طرف دیکھا تو ان کی تعداد کم تھی۔

ترجمہ:

"بے شک تمہارے لئے ان دو گروہوں میں باہم مقابل ہوئے قدرت کی بڑی دلیل ہے، ایک گروہ اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا دوسرا گروہ کافروں کا تھا۔ جو مسلمانوں کو اپنی آنکھوں کے سامنے اپنے سے دوگنا دیکھ رہا تھا اور اللہ جس کو چاہتا ہے اپنی مدد سے قوت دیتا ہے۔ بے شک اس میں نصیحت ہے آنکھوں والوں کے لئے۔" (آل عمران - ۱۳)

لڑائی شروع ہونے سے پہلے دونوں لشکر ایک دوسرے کو اصل

تعداد سے کم تعداد میں دیکھ رہے تھے۔ لیکن جب لڑائی شروع ہوئی تو مسلمانوں کی تعداد کفار کو زیادہ نظر آنے لگی اور ان کے دلوں میں ہیبت بیٹھ گئی۔ جنگ کا آغاز ہوا تو عرب کے دستور کے مطابق قریش کے لشکر میں سے تین افراد میدان میں آئے اور دعوتِ مبارزت دی۔ عتبہ اگرچہ جنگ کے حق میں نہ تھا لیکن مبارزت کے لئے اپنے بھائی شیبہ اور بیٹے ولید کے ساتھ میدان میں آیا اور للکارا کہ ہے کوئی ہمارا مقابلہ کرنے والا۔ لشکرِ اسلام میں سے تین انصاری جوان مقابلے کے لئے نکلے۔ کبرو نخوت کے پیکر قریشی سرداروں نے ان سے لڑنے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہمارا تعلق مکہ کے اشراف سے ہے لہذا ہمارا مقابلہ وہ کرے جو مکہ کا رہنے والا ہو اور ہم اس کو جانتے ہوں۔

حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ میدان میں آئے اور تینوں مشرکوں کو جہنم واصل کردیا۔ حضرت عبیدہؓ شیبہ کے وار سے زخمی ہوگئے تھے جنہیں حضرت علیؓ اٹھا کر میدان سے باہر لائے۔ مشرکین کے تین نامور سرداروں کے لاشے خاک و خون میں لت پت تھے۔ کفار اپنے معبودوں کو پکارتے ہوئے تلواریں لہرا کر میدان میں کود پڑے اور دو بدو لڑائی شروع ہوگئی۔

لڑائی میں قریش کو ہزیمت ہوئی۔ کافروں کو مسلمانوں تک پہنچنے

کے لئے ریتیلی ناہموار زمین میں سے گزرنا پڑتا تھا۔ مسلمانوں کی صف بندی نسبتاً ہموار اور سخت زمین پر کی گئی تھی۔ کافر اپنی صفوں کو جس وقت ترتیب دے رہے تھے، سیدنا حضور الصلوٰۃ والسلام نے چند کنکریاں مٹھی میں لے کر کافروں کی طرف پھینکیں اور فرمایا، "پست و رسوا ہوئے کفار کے چہرے"۔ مٹھی بھر کنکریاں فضا میں اڑتی ہوئی دشمن فوج تک پہنچیں تو ہوا کا طوفان اٹھ کھڑا ہوا۔ دشمن کی آنکھیں اور نتھنے ریت اور مٹی سے بھر گئے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عمل کو اللہ نے اپنا عمل قرار دیا۔

ترجمہ:

"سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا، اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور کرنا چاہتا تھا ایمان والوں پر اپنی طرف سے خوب احسان، تحقیق اللہ ہے سنتا جانتا"۔ (الانفال ۔ ۱۷)

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی مدد کے لئے فرشتوں کے دستے آسمان سے اترے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کی فتح و کامرانی کے لئے خدائے بزرگ و برتر کے حضور سجدہ ریز ہو کر دعا کی اور آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا: "ابوبکر! خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آگئی ہے۔"

ترجمہ:

"جب تم نے اپنے رب سے فریاد کی تو اس نے تمہاری پکار سنی اور تمہاری مدد کے لئے ہزار جنگی فرشتے آگے پیچھے صف بستہ بھیج دئیے"۔ (الانفال ۔ ۹)

بدر میں زور کا رن پڑا۔ کچھ وقت کے لئے یہ کہنا مشکل تھا کہ ہارنے اور جیتنے والا کون ہے۔ کس کو فتح ہوگی؟ یکایک جنگ کا نقشہ مسلمانوں کے حق میں بدل گیا۔ کفار کے قابل سپوت اور نمایاں چہرے خون آلودہ ہوگئے۔ کافر لشکر کا سپہ سالار ابوجہل بھی جہنم رسید ہوا۔ دشمن کی صفوں میں انتشار پھیل گیا۔ فوج کے حوصلے پست ہوگئے اور ان میں مزید لڑنے اور مزاحمت کی طاقت نہیں رہی۔ میدانِ جنگ چھوڑ کر کفار فرار ہوگئے۔ اشرافِ قریش جنگی قیدی بنا لئے گئے۔ قریش کے ستّر اسّی افراد مارے گئے۔ کافی تعداد میں قید ہوئے۔ چودہ مسلمان شہید ہوئے اور اللہ کی مدد و نصرت سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپؐ کے ساتھیوں تک پہنچ گئی۔

* * *

مخلوقات میں تبادلۂ خیالات ہوتا رہتا ہے کائنات تبادلۂ خیال کا ایک خاندان ہے۔ مخلوق میں فرشتے اور جنات ہم سے زیادہ مانوس ہیں۔ پے در پے

جو خیال ہمارے ذہن میں آتے ہیں وہ دوسرے نظاموں اور ان کی آبادیوں سے ہمیں وصول ہوتے رہتے ہیں۔ یہ خیالات روشنی کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں۔

کہکشانی نظاموں اور ہمارے درمیان بڑا مستحکم رشتہ ہے۔ مخلوق کی سوچنے کی طرزیں ایک نقطۂ مشترک رکھتی ہیں۔ تین نوع کے طرزِ عمل میں زیادہ اشتراک ہے۔ انہی کا تذکرہ قرآن پاک میں انسان، فرشتہ اور جنات کے نام سے کیا گیا ہے۔ انسان، فرشتہ اور جنات کائنات کے اندر سارے کہکشانی نظاموں میں موجود ہیں۔

انسان لاشمار سیاروں میں آباد ہیں اور ان کی قسمیں کتنی ہیں؟ اس کا اندازہ قیاس سے باہر ہے۔ یہی بات فرشتوں اور جنات کے بارے میں کہہ سکتے ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جب یہ سوال کیا گیا کہ اس کائنات سے پہلے کیا تھا؟

آپؐ نے فرمایا: "امعاء"

سوال کیا گیا، اس کے بعد کیا ہوا؟

ارشاد کیا: "ماء"

"امعاء" عربی اصطلاح میں ایسی منفیت کو کہتے ہیں جو عقلِ انسانی میں نہ آسکے اور "ماء" عربی میں "مشیت" کو کہتے ہیں جو کائنات کی بنیادیں ہیں۔ اس ہی مشیت کا نام عالمِ امر ہے۔ امعاء جو

اصطلاح میں ماوراء الماوراء کہلاتی ہے اس کا تعارف عالمِ نور سے کیا جاتا ہے۔ انسانی تفہیم و تعلیم کی معراج جہاں تک ہے اس حد کا اصطلاحی نام "حجابِ محمود" ہے۔ حجابِ محمود وہ بلندیاں ہیں جس سے عرشِ اعظم کی انتہا مراد ہے۔ یہ انسانی نقطۂ ذات کی معراج کا کمال ہے کہ وہ اپنے ادراک کو حجابِ محمود کی تفہیم کا خوگر بنا سکے اور ان صفاتِ الٰہیہ کو سمجھ سکے جو ان بلندیوں میں کارفرما ہے۔ یہ عالم اللہ کے مقرب فرشتوں کی پرواز سے ماوراء ہے۔ مقرب فرشتوں کی پرواز جہاں تک ہے۔ اس حد کا نام "سدرۃ المنتہیٰ" ہے۔ ملائکہ مقربین سدرۃ المنتہیٰ سے آگے نہیں جاسکتے۔ سدرۃ المنتہیٰ سے نیچے ایک اور بلندی ہے۔ اس بلندی کی وسعتوں کو "بیت المعمور" کہتے ہیں۔

سدرۃ المنتہیٰ اور بیت المعمور کی حد میں رہنے والے اور پرواز کرنے والے فرشتے تین گروہوں پر مشتمل ہیں۔ ایک گروہ اللہ تعالیٰ کے سامنے رہ کر تسبیح میں مشغول ہے، دوسرا گروہ اللہ کے احکام عالم تک پہنچاتا ہے اور تیسرا گروہ ان فرشتوں کا ہے جو عالمِ امر کے لئے اللہ کے احکامات کو اپنے حافظہ میں رکھتے ہیں۔ یہ تمام فرشتے لوحِ محفوظ سے تعلق رکھتے ہیں۔ "عالمِ نور" سے فروتر ملائکہ مقربین یا ملاء اعلیٰ کی حدود ہیں۔ ان میں ملاء اعلیٰ چھ بازوؤں والے فرشتے ہیں۔ ان کو عالمِ نور کے سمجھانے کی فراست حاصل ہے اور یہ عالمِ نور کے

پیغامات کا تحمل رکھتے ہیں۔ عالمِ نور کے پیغامات وہی ہیں جو اللہ
عرشِ اعظم سے نافذ فرماتے ہیں۔ اس طبقہ سے فروتر ملائکہ روحانی کا
طبقہ ہے۔ ان کو ملاء اعلیٰ کے پیغامات سمجھنے کی فراست حاصل ہے
اور اس طبقہ سے فروتر ملائکہ سماوی کا طبقہ ہے۔ یہ روحانی ملائکہ کے
پیغامات سمجھنے کی فراست رکھتے ہیں۔ چوتھے درجے میں ادنیٰ فرشتے ہیں
یہ ان احکامات کی تعمیل کرانے کی فراست رکھتے ہیں جو ا ے پہنچتے
ہیں۔ یہ ملائکہ طبقاتِ ارضی پر ہر طرف پھیلے ہوئے ہیں۔

چھ بازو والے فرشتے (ملاء اعلیٰ) چھ فراستوں کے اہل ہیں۔ ان
میں سے ہر فراست ایک نور ہے۔

۱۔ انہیں کچھ نہ کچھ ذات کا عرفان حاصل ہے۔
۲۔ وہ صفات کی معرفت رکھتے ہیں۔
۳۔ عالمِ امر کے صادر العین کی فہم رکھتے ہیں۔
۴۔ عین کی ترتیب اور تخلیق سے واقف ہیں۔
۵۔ عالمِ امکان یا عالمِ خلق کی مثالیت کے علوم پر انہیں پورا عبور
حاصل ہے۔
۶۔ عالمِ خلق یا عالمِ امکان کے اجزاء پر عبور رکھتے ہیں۔

روحانی ملائکہ تین، چار، پانچ، چھ روشنیوں کا مجموعہ ہیں۔ ان کو
عالمِ امر اور عالمِ خلق کی معرفت حاصل ہے۔ ان کے چار بازوؤں سے

یہ روشنیاں مراد ہیں۔

سماوی ملائکہ عالمِ امر کی معرفت رکھتے ہیں۔ ان کے اندر صادر
العین اور عین کی روشنیاں مجتمع ہیں۔ سماوی ملائکہ تین اور چار
روشنیوں کا مجموعہ ہے۔

ادنیٰ ملائکہ عالمِ خلق کے اجزاء کی تفہیم پر عبور رکھتے ہیں۔ ہر
مثالیت اور عنصریت کی یعنی پانچ اور چھ روشنیوں کا مجموعہ ہیں ....

حضورِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے جب جنگِ بدر میں مسلمانوں
کے لئے دعا فرمائی تو اللہ نے اس دعا کو قبول کیا اور نظامِ تکوین کے
تحت ملاء اعلیٰ نے دعا کی قبولیت کو ملائکہ روحانی تک پہنچایا۔ ملائکہ
روحانی نے ملائکہ سماوی تک دعا کی قبولیت کا اعلان کیا اور چوتھے
درجے کے فرشتے جن کو ملائکہ عنصری بھی کہا جاتا ہے یہ پیغامات
قبول کرکے کفر کے مقابل آگئے اور اس طرح اللہ نے نصرت اور فتح
عطا فرمادی۔

مستجاب الدعوۃ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا ابوطالب بیمار ہوئے تو حضورؐ ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ ابوطالب نے کہا۔

"بھتیجے! جس اللہ نے تجھے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اس سے میرے لئے دعا مانگ تاکہ میں اچھا ہوجاؤں۔"

رسول اللہؐ نے دعا فرمائی۔ ابوطالب اچھے ہوگئے۔ ابوطالب نے کہا "اللہ تیرا کہنا مانتا ہے۔" جواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"محترم چچا! آپ اگر اللہ کا کہنا مانیں تو وہ آپ کا بھی کہنا مانے گا۔"

حدیثِ قدسی میں ارشاد ہے کہ:

"میرا بندہ اپنی اطاعتوں سے مجھ سے اتنا قریب ہوجاتا ہے کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ یہاں تک کہ میں وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے۔ وہ کان بن جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور وہ ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے۔"

شیر آیا

ابولہب اور اس کی بیوی اُمِ جمیل اور اس کا بیٹا عقبہ حضورؐ کو اذیت پہنچانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے تھے۔ ایک بار عقبہ گستاخی کا مرتکب ہوا تو حضورؐ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی

"اے اللہ! اس پر اپنے کتوں میں سے کسی کتے کو مسلط کردے"۔

ابولہب اور عقبہ ایک تجارتی قافلے کے ساتھ شام جاتے ہوئے ابراہ کے مقام پر ٹھہرے۔ رات کو ایک شیر آیا اور عقبہ کو چیر پھاڑ کر ہلاک کردیا۔

پانی برسا

جمعہ کے دن حضورؐ منبر پر خطبہ پڑھ رہے تھے کہ ایک بدو اٹھ کر کھڑا ہوگیا اور کہنے لگا۔

"یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ کے قرب و جوار میں قحط پڑ گیا ہے۔ ہمارے مویشی ہلاک ہوگئے ہیں اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں۔ آپ ہمارے لئے بارش کی دعا فرمائیں۔"

آسمان پر اس وقت دور دور تک بادل کا کوئی ٹکڑا نہ تھا۔ حضورؐ نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ یکایک آسمان بادلوں سے ڈھک گیا اور زور و شور سے بارش برسنے لگی۔ بارش کی ایسی جھڑی لگی کہ اگلے جمعہ

تک مسلسل بارش ہوتی رہی۔ جمعہ کے خطبے میں ایک بدو نے کھڑے ہوکر کہا۔ "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے مکان گر گئے ہیں اور مال مویشی پانی میں ڈوب رہے ہیں۔ آپؐ ہمارے لئے دعا فرمائیں"۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا فرمائی۔ بارش رک گئی۔

ابوہریرہؓ کی ماں

حضرت ابوہریرہؓ کی والدہ مشرکہ تھیں۔ ایک روز ان کی والدہ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخی کی۔ حضرت ابوہریرہؓ روتے ہوئے حضورؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور والدہ کی طرف سے صدمہ پہونچنے کی شکایت کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اللہ سے دعا کی "اے اللہ! ابوہریرہؓ کی ماں کو ہدایت دے"۔ حضرت ابوہریرہؓ واپس آئے تو ان کی والدہ کلمہ شہادت پڑھ کر مسلمان ہوگئیں۔

اندھی آنکھ میں بینائی

حضرت فدیکؓ نامی ایک صحابی اونٹ پر سے گر گئے۔ جس جگہ گرے نیچے سانپ کے انڈے تھے۔ وہ ٹوٹے اور زہر کے چھینٹے ان کی آنکھوں میں چلے گئے۔ جس سے ان کی بصارت جاتی رہی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس حال میں حاضر ہوئے کہ ان کی آنکھیں سفید ہوچکی تھیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کی

آنکھوں پردم کیا۔ جس سے آنکھیں ٹھیک ہوگئیں۔

کھانے میں برکت

حضرت ابوہریرہؓ چند کھجوریں لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور برکت کے لئے دعا کی درخواست کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کھجوروں کو اپنے دستِ مبارک میں لے کر دعا کی اور پھر ارشاد فرمایا، "ان کو توشہ دان میں رکھ لو۔ جس وقت ان میں سے کچھ لینا چاہو ہاتھ ڈال کر نکال لینا اور توشہ دان کو کبھی نہ جھاڑنا۔" حضرت ابوہریرہؓ نے وہ چند کھجوریں اپنے توشہ دان میں رکھ لیں اور اسے اپنی کمر سے باندھ لیا۔ حضورؐ کی دعا سے وہ خود بھی کھاتے اور دوسروں کو بھی کھلاتے تھے۔

غزوۂ تبوک کے دوران تیس ہزار مسلمانوں کی جمعیت نے بیس روز تک تبوک میں قیام فرمایا تھا۔ غذائی اجناس کی کمی محسوس ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے عرض کیا، یامحمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام! آپؐ لوگوں کو حکم دیں کہ جس کے پاس جو توشہ ہے لے آئے اور آپؐ اس پر دعائے برکت فرمائیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمرؓ کی رائے کو پسند فرمایا اور چمڑے کا فرش بچھانے کا حکم دیا۔ فوجیوں نے اپنے پاس موجود

خوراک لاکر چمڑے کے فرش پر ڈھیر کردی۔ کوئی چنوں کی مٹھی لے
آیا، کوئی چھوہارے اور کسی نے روٹی کا ٹکڑا لاکر رکھ دیا۔ حضور علیہ
الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دستِ مبارک اس ڈھیر پر رکھا اور دعا فرمائی۔
اس کے بعد صحابہؓ سے فرمایا، "اسے اپنے اپنے برتنوں میں ڈال کر
لے جاؤ"۔ آپؐ کے ارشاد کے مطابق سارے سپاہیوں نے اپنے اپنے
برتن بھرلئے اور سب نے خوب سیر ہوکر کھانا کھایا۔

جنگ خندق

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام جس وقت مدینۂ منورہ میں رونق افروز
ہوئے اس وقت مدینہ کا رقبہ تقریباً تیس (۳۰) کلومیٹر تھا۔ شہر میں
بہتر (۷۲) قلعے تھے۔ جن میں انسٹھ (۵۹) قلعے یہودیوں کے تھے اور
تیرہ (۱۳) قلعے مدینہ کے اعراب کے تھے۔ آبادیاں قبیلوں میں بٹی ہوئی
تھیں۔ یہودیوں کے تین بڑے قبیلے تھے۔ ایک قبیلہ زرگر تھا،
دوسرے قبیلہ کے لوگ کاشتکار تھے اور تیسرا قبیلہ چرم سازی میں
مہارت رکھتا تھا۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس یہودی علماء حاضر ہوئے،
انہیں جب یقین ہوگیا کہ محمد رسول اللہؐ آخری نبی ہیں، ان کے اندر
عصبیت عود کر آئی۔ بنی اسرائیل کے علاوہ کسی اور قوم میں آخری نبی
کا ظہور یہودیوں کے لئے جان لیوا تصور تھا۔

اعراب کے دو قبائل کے درمیان زمین کی ملکیت کا تنازع چل رہا
تھا۔ ایک قبیلے کے سربراہ عبد اللہ بن ابی نے تصفیہ کرانے میں اہم
کردار ادا کیا تھا۔ جس کی وجہ سے اس کی قدر و منزلت بڑھ گئی

تھی۔ عبد اللہ بن ابی مدینہ کے سارے قبیلوں کا سربراہ بننا چاہتا تھا۔
ان لوگوں کو جب معلوم ہوا کہ امین و صادق پیغمبرِ اسلام مدینہ
تشریف لارہے ہیں تو انہوں نے اسے سربراہ بنانے کا ارادہ ترک کردیا۔
اس کا عبد اللہ بن ابی کو بہت قلق تھا۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان سب باتوں سے واقف تھے۔ آپؐ
نے مدینہ کے یہودیوں سے رواداری، امن، مذہبی آزادی، عدل و
انصاف، تعاون اور باہمی تعلقات میں خیر خواہی کا معاہدہ کیا اور مدینہ
میں بسنے والے تمام لوگوں کے لئے آئین مرتب کیا جو میثاقِ مدینہ
کہلاتا ہے۔

قریشِ مکہ نے مدینہ کے اعراب اور یہودیوں کو الگ الگ خط
بھیجے۔ جن میں مسلمانوں کی حمایت سے دست بردار ہونے اور سیدنا
علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مکہ والوں کے حوالے کر دینے کا مطالبہ تھا اور
مطالبہ نہ ماننے کی صورت میں دھمکی دی گئی تھی کہ مدینہ پر حملہ کردیا
جائے گا جس سے املاک کی تباہی، قتل و غارتگری اور عزت و ناموس
کی پائمالی کی ذمہ داری اہلِ مدینہ پر ہوگی۔

یہودیوں نے اگرچہ قریشِ مکہ کا ساتھ نہیں دیا تھا لیکن ان کی
سرشت میں شامل شر اور فساد زیادہ عرصہ چھپا نہ رہ سکا۔ غزوۂ بدر میں
مسلمانوں کی فتح اور اس کے بعد اثر و رسوخ میں اضافہ سے وہ درپردہ

سازشیں کرنے لگے۔ معرکۂ بدر کے بعد یہودیوں کے دو شاعر جنہیں
فصاحت و بلاغت میں ملکہ حاصل تھا مکہ پہنچ گئے۔ وہ اشعار اور لمبی
بحر کی غزلیں مجمع میں سناتے تھے اور مسلمانوں کے خلاف کفارِ مکہ
کے جذبات کو بھڑکاتے تھے۔ یہی سلسلہ مدینہ کے بازاروں اور محفلوں
میں بھی شروع کردیا گیا۔

کلامِ الٰہی، تعلیماتِ رسولؐ اور سیرتِ پاکؐ کے بارے میں ہجو آمیز
اشعار سے مسلمانوں کو بہت دکھ ہوا اور وہ اس ہرزہ سرائی سے رنجیدہ
خاطر ہوگئے۔ یہودیوں کی شرانگیزی اتنی بڑھی کہ مدینہ میں کشت و خون
کا اندیشہ پیدا ہوگیا۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام بنفسِ نفیس یہودی زعماء
کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں میثاقِ مدینہ کی پاسداری کرنے کو
کہا۔ یہودیوں نے نہ صرف عہد سے روگردانی کی بلکہ دیوار سے پتھر
گرا کر آپؐ کو جان سے مار دینے کی کوشش بھی کی۔ آپ صلی اللہ
علیہ وسلم واپس تشریف لے آئے اور یہودیوں کو مدینہ سے نکل جانے
کا حکم صادر فرما دیا۔ یہودیوں کو آلاتِ حرب کے علاوہ اپنا سارا مال
اسباب لے جانے کی اجازت تھی۔ زرگروں اور کاشتکار یہودیوں کے
قبائل مدینہ بدر کردیئے گئے۔

جنگِ احد کے بعد کفارِ مکہ کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ مسلمانوں
سے اہلِ یہود کی عداوت اور میثاقِ مدینہ سے روگردانی سے قریش واقف

تھے۔ مسلمانوں کی صفوں میں منافقوں کی موجودگی کا انہیں علم تھا۔
اس صورتحال سے پورا پورا فائدہ اٹھانے کے لئے قریش نے یہودیوں
اور منافقوں سے سازباز کرکے مسلمانوں کا محاصرہ کرنے کا پروگرام بنایا۔

مدینہ کے اطراف میں آباد قبائل اور یہودیوں نے کفارِ مکہ کے
اتحاد سے پروگرام بنایا کہ مسلمانوں کو معاشی طور پر ختم کردیا جائے اور
تجارتی قافلوں کی ناکہ بندی کردی۔ مدینہ کی معیشت پر اس کا بہت
گہرا اثر مرتب ہوا۔ اس سے پہلے کہ معاشی طور پر مسلمان بدحال
ہوجائیں سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک ہزار جوانوں کے ہمراہ دومۃ
الجندل کی طرف روانہ ہوئے تاکہ تجارتی قافلوں کا راستہ کھلنے کے لئے
مذاکرات کئے جائیں۔

یہود و قریش کے معاہدہ میں طے پایا تھا کہ جنگ کے اخراجات
کا بڑا حصہ خیبر کے یہودی برداشت کریں گے۔ دس ہزار فوجیوں کا
لشکر جمع ہوگیا۔ انٹیلی جنس نے اس صورتِ حال کی اطلاع آپؐ کو
دی۔ آپؐ مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

منافقینِ قریشِ مکہ کو اطلاع دے چکے تھے کہ آپؐ مدینہ میں
موجود نہیں ہیں۔ آپؐ کی اچانک واپسی پر منافقین کو حیرت ہوئی۔
کفار کا پروگرام یہ تھا کہ مدینہ پر حملہ اس وقت کیا جائے جب آپؐ
مدینہ میں موجود نہ ہوں۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسلمانوں کو

جمع کیا اور دس ہزار مسلح فوج کا مقابلہ کرنے کے لئے صلاح مشورہ
کیا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے مدینہ کے دفاع کا مشورہ دیا اورمدینہ
کے گرد خندق کھودنے کی تجویز پیش کی۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام
نے اس حکمت عملی کو پسند فرمایا اور خندق کی کھدائی شروع کردی
گئی۔ مدینہ کے مضافات میں پھیلے ہوئے کھیت اور باغات کی ساری
پیداوار گوداموں میں ذخیرہ کر دی گئی۔ بچوں والی عورتوں کو قلعوں
میں بھیج دیا گیا۔ خندق کے قریب گھروں کو خالی کروادیا گیا۔ خندق
کے لئے ہر دس آدمیوں کے ذمہ چالیس گز زمین کھودنا متعین ہوا۔
مدینہ کا ہر مرد، ہر عورت حتیٰ کہ جو بھی بیلچہ اٹھانے اور کدال
چلانے کے قابل تھا خندق کھودنے میں مصروف ہوگیا۔ چھ دن کی
شبانہ روز محنت سے پندرہ فٹ چوڑی، پندرہ فٹ گہری اور چھ کلو میٹر
طویل خندق تیار ہوگئی۔

خندق کی کھدائی کے دوران اعجازِ نبوت کے کئی واقعات ظہور پذیر
ہوئے۔ حضرت جابر بن عبداللہ نے بکری ذبح کی اور ڈھائی کلو جو
پیس کر آٹا گوندھا۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر
ہوکر عرض کیا۔ ''تھوڑا سا کھانا تیار کرایا ہے، آپؐ تشریف لے چلیں''
آپؐ نے اہل خندق کو پکار کر فرمایا، ''جابر نے تمہارے لئے کھانا
تیار کیا ہے، سب آجاؤ۔ ایک ہزار افراد حضرت جابرؓ کے گھر پہنچ

گئے۔ آپؐ نے ہنڈیا اور آٹے پر کپڑا ڈھک دیا۔ دس دس افراد کی جماعت دسترخوان پر آتی اور شکم سیر ہوکر اٹھ جاتی تھی۔ یہاں تک کہ ایک ہزار آدمی پیٹ بھر کر کھانا کھا کر فارغ ہوگئے۔

ایک روز حضرت بشیر بن سعد کی بیٹی کو ماں نے بلایا اور مٹھی بھر کھجوریں دے کر کہا کہ یہ کھجوریں اپنے باپ اور ماموں کو دے آؤ۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے دیکھ کر اپنے پاس بلایا اور پوچھا کیوں آئی ہو؟ .... لڑکی نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ میری والدہ نے میرے والد اور ماموں کے لئے کھجوریں بھیجی ہیں۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دستر خوان بچھانے کا حکم دیا۔ لڑکی کے ہاتھ سے کھجوریں لے کر دسترخوان پر بکھیر دیں۔ اہلِ خندق کو کھانے کے لئے بلایا گیا اور ارشاد ہوا کہ کھانے کے لئے ایک ایک جماعت آئے۔ جماعت در جماعت اہلِ خندق دسترخوان پر جمع ہوتے رہے اور سب نے خوب سیر ہوکر کھجوریں کھائیں۔

خندق کی کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آگئی۔ آپؐ نے بسم اللہ پڑھ کر چٹان پر کدال ماری تو ایک شعلہ نکلا اور ایک تہائی چٹان ٹوٹ گئی۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام نے فرمایا:

"اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں۔ اللہ کی قسم میں اِس وقت شام کے سرخ محلات دیکھ رہا ہوں۔"

پھر سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دوسری بار کدال ماری تو چٹان کی دوسری تہائی ٹوٹ گئی اور ساتھ ہی کدال کے نیچے سے ایک اور شعلہ نکلا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اللہ اکبر! مجھے فارس کی کنجیاں دی گئیں۔ خدا کی قسم! میں اس وقت کسریٰ کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔"

تیسری بار کدال چٹان پر لگی۔ تب شعلہ نمودار ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

"اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں۔ خدا کی قسم! میں یہاں سے صنعاء کے دروازے دیکھ رہا ہوں۔"

حضرت سلمان فارسیؓ آپؐ کے قریب کھڑے تھے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان سے فرمایا، "اے سلمان! میری امت روم و شام اور یمن و فارس کو فتح کرے گی۔"

خندق مدینہ منورہ کے شمال کی جانب کھودی گئی تھی۔ قریش اپنے اتحادیوں کے ہمراہ مدینہ کے قریب پہنچ گئے تھے۔ سبقت کے زعم میں مبتلا منکرین اونٹ اور گھوڑے سرپٹ دوڑاتے ہوئے مدینہ کی حدود میں پہنچے تو حیرت و استعجاب کی تصویر بن گئے۔ دفاع کا یہ حیرت انگیز طریقہ اس سے پہلے انہوں نے دیکھا، نہ سنا تھا۔ جنگی ساز و سامان سے لیس لشکر خندق کے پار پڑاؤ ڈالنے پر مجبور ہوگیا۔ اتحادی

یہ سوچ کر آئے تھے کہ ایک ہی روز میں مسلمانوں کو تہِ تیغ کر کے فتح حاصل کرلیں گے۔ مگر اہلِ مدینہ اور ان کے درمیان حائل خندق نے ان کو بے بس کردیا۔ جس وقت مشرکین کی فوج مدینہ پہنچی تھی موسم بدل رہا تھا۔ سپاہیوں کو خیموں میں سردی لگ رہی تھی۔ فوج کو محاصرہ کرنا پڑا جس کے لئے وہ پہلے سے تیار نہ تھے۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ خندق کے سامنے موجود تھے۔ مشرک سردار روزانہ خندق تک آتے، ایک سرے سے دوسرے سرے تک گھوڑے دوڑاتے تھے۔ مگر خندق پار کرنے کا کوئی راستہ انہیں نہیں ملتا تھا۔ غیظ و غضب کے عالم میں وہ مسلمانوں کی طرف تیروں کی بوچھاڑ کرتے، جواب میں مسلمان تیر انداز ان پر تیر برساتے تھے۔

محاصرہ کی طوالت سے فوج میں بے چینی پھیل گئی۔ موسم کی سختی برداشت کرنے کی ان میں ہمت نہ رہی تو فوج کے سربراہوں نے واپس لوٹ جانے کا پروگرام بنایا۔ لیکن اتنی بڑی تعداد میں فوج کو دوبارہ اکھٹا کرنا ممکن نظر نہیں آرہا تھا۔ یہودیوں نے مدینہ میں آباد بنو قریظہ سے رابطہ کیا اور انہیں میثاقِ مدینہ توڑنے کی ترغیب دی۔ دوسری طرف لشکرِ اسلام میں موجود منافقین نے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی مہم شروع کردی۔

ترجمہ:

"اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہے، جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول نے سب فریب تھا۔ اور جب کہنے لگا ایک گروہ ان میں، اے یثرب والو تم کو ٹھکانا نہیں سو پھر چلو اور رخصت مانگنے لگا ایک گروہ نبی سے، کہنے لگے ہمارے گھر کھلے پڑے ہیں، اور وہ کھلے نہیں پڑے۔ دراصل وہ بھاگنا چاہتے تھے۔ اور اگر شہر میں کوئی داخل ہوجاوے کناروں سے، پھر ان سے چاہے دین سے پھر جانا تو لے لیں اور ڈھیل نہ کریں اس میں مگر تھوڑی۔" (احزاب ۱۳ ـ ۱۴)

منافقوں کے پروپیگنڈے اور حلیف قبیلہ کی جانب سے عہد توڑنے کی خبروں سے مسلمانوں کو تشویش ہوئی اور انہوں نے بارگاہِ رسالت میں دست بدستہ عرض کیا کہ ہمیں منافقوں کی ریشہ دوانیوں اور یہود کی بدعہدی کا خطرہ لاحق ہے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انتہائی سکون اور یقین سے فرمایا، "مشرکوں کو یہودیوں کی کمک پر بھروسہ ہے جبکہ میں اللہ کی مدد پر یقین رکھتا ہوں۔ یقین رکھو! اللہ ہمیں بے یارومددگار نہیں چھوڑے گا"۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے مسلمان فوج میں نیا حوصلہ اور ولولہ پیدا ہوگیا اور انہیں اللہ کی مدد و نصرت کا یقین ہوگیا۔

ترجمہ:

"اور جب دیکھیں مسلمانوں نے فوجیں، بولے یہ وہی جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور سچ کہا اللہ نے اور اس کے رسول ﷺ نے اور ان کو اور بڑھا یقین اور اطاعت کرنا۔" (احزاب۔۲۲)

خندق کے پار دس ہزار فوج دو ہفتے سے سردی میں ٹھٹھر رہی تھی اور جب غذا اور مویشیوں کی خوراک کا مسئلہ کھڑا ہوا تو فوج کا سپہ سالار بغاوت کے خدشہ سے پریشان ہوگیا۔ دس ہزار فوج جمع کرنے والے قریش، یہودی اور ان کے اتحادی قبائل بے بسی کے عالم میں خندق کے پار سے مسلمانوں کو دیکھ رہے تھے۔ مسلمانوں میں موجود منافقوں کی ساز باز بھی ان کے کسی کام نہ آئی اور وہ مسلمانوں کے حلیف قبائل کو عہد توڑنے پر رضا مند نہ کرسکے تھے۔

ترجمہ:

"اے ایمان والو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب آئیں تم پر فوجیں، پھر ہم نے بھیجی ان پر ہوا اور وہ فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور ہے اللہ جو کچھ کرتے

ہو دیکھتا۔" (احزاب ۔ ۹)

باطل پر اتحاد کرنے والے ابھی کسی فیصلے پر متفق نہیں ہوئے تھے کہ رات کو اتنی تیز آندھی آئی کہ خیمے ہوا میں غباروں کی طرح اڑنے لگے۔ لشکر میں روشن الاؤ بجھ گیا۔ شدید بارش سے سردی بڑھ گئی۔ سپاہیوں کے ہاتھ پیر سن ہوگئے۔ لشکر نے جہاں پڑاؤ ڈالا تھا وہ جگہ سیلاب کے پانی سے بھر گئی۔ ابوسفیان ناگہانی آفات سے گھبرا کر کھونٹے سے بندھے ہوئے اونٹ پر سوار ہوگیا۔ اونٹ بھگانے کے لئے پے در پے وہ تازیانے مار رہا تھا وہ اتنا گھبرایا ہوا اور خوف زدہ تھا کہ اس کے ذہن سے یہ بات بھی نکل گئی کہ اونٹ بندھا ہوا ہے بالآخر، مشرکوں کی فوج مدینے کا محاصرہ چھوڑ کر الٹے پاؤں بھاگ گئی۔

* * *

تغیرات میں مقناطیسی عمل کارفرما ہے۔ حدت یا گرمی ایک قابلِ پیمائش حرکت یا تھرتھراہٹ ہے۔ کیمیائی عمل ہو، برقی حرارت ہو یا سورج کی شعاعیں ہوں ان میں حرکت ایک بنیادی عنصر ہے۔

ہر مخلوق کی زندگی میں پانی کی طرح ہوا کا بھی عمل دخل ہے۔ ہوا سورج کی مدد سے بخارات کو بلندی کی طرف اڑاتی ہے اور ان بخارات کو ذرّہ ذرّہ کرکے بادل بناتی ہے۔ پھر ان بادلوں کو فضا میں

اِدھر اُدھر چلاتی پھرتی ہے اور یہ بخارات بارش کے قطرے بن کر زمین کو سیراب کرتے ہیں۔

امام غزالیؒ کہتے ہیں:

مشرقی ہوا بادلوں کو اوپر کی طرف لے جاتی ہے۔ شمالی ہوا بادلوں کے ٹکڑوں کو یکجا کرتی ہے۔ جنوبی ہوا بادلوں کو ٹپکنے کے قابل بناتی ہے اور مغربی ہوا قطرات کو بارش میں تبدیل کرکے زمین کو سیراب کرتی ہے۔

ترجمہ:

"ہم ہی ہوا کو بھیجتے ہیں جو کہ بادل کو پانی سے بھردیتی ہے- پھر ہم ہی آسمان سے پانی برساتے ہیں- پھر وہ پانی تم کو پینے کو دیتے ہیں اور تم اتنا پانی جمع کرکے نہیں رکھ سکتے تھے-"

ہوا بادلوں کو اڑا کر جب مختلف مقامات پر لے جاتی ہے تو کاشتکار زمین میں غلہ اگاتے ہیں۔ سمندر میں کشتیاں بھی ہوا کے دوش پر چلتی ہیں۔ ہوا ان کو ایک ملک سے دوسرے ملک لے جاکر انسانی ضروریات کا سامان فراہم کرتی ہے۔ ہوا گردوغبار اور ریت اڑا کر باغوں میں لاتی ہے اور اس سے درخت توانائی حاصل کرتے ہیں۔ ہوا کے دوش پر بے شمار چیزیں ساحلِ سمندر پر آجاتی ہیں اور لوگ ان

سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ ہوا اشرف المخلوقات انسان اور انسان کے لئے تخلیق کردہ ذیلی مخلوقات کو متحرک اور مستعد رکھتی ہے۔

علمائے باطن کہتے ہیں کہ روح کی آنکھ دیکھتی ہے کہ:

ہوا ایک مخلوق ہے۔ اس مخلوق میں تناسل کا سلسلہ جاری ہے۔ ہوا بچپن کا دور گزار کر جوان ہوتی ہے اور جوانی کے بعد اس پر انحطاط بھی ہوتا ہے۔ ہوا ایک جرثومہ ہے جو ثابت مسور کی دال کی طرح ہے۔ یہ گول، چپٹا اور چکنا جرثومہ بکٹیریا سے زیادہ چھوٹا اور بکٹیریا سے زیادہ تیزی سے نشوونما پاتا ہے۔ ہوا کی تخلیق کے زون کھلے ریگستان اور سمندر کی اندرونی سطح ہے۔

زمین کے اندر ایک مخلوق ٹڈی (Grass Hopper) ہے۔ ٹڈی زمین میں سے نکل کر جب فضا میں اڑتی ہے تو اتنی زیادہ تعداد میں ہوتی ہے کہ سورج اور زمین کے درمیان پردہ بن جاتی ہے اور زمین پر اندھیرا چھا جاتا ہے۔ اس کے برعکس ہوا کی مخلوق ٹرانسپیرنٹ ہوتی ہے اور ہوا کے جرثومے اتنے چھوٹے ہوتے ہیں کہ وہ مادی آنکھ اور دوسرے خوردبینی آلات سے نظر نہیں آتے۔ لیکن جب ان کی رفتار میں شدت ہوتی ہے تو وہ آندھی اور ہوائی طوفان بن جاتے ہیں۔ بڑی بڑی فلک بوس عمارتوں اور دیوہیکل مشینوں اور بڑے بڑے شہروں کو سیکنڈوں میں نیست و نابود کردیتے ہیں۔ ہوا

کی مخلوق پر سبز رنگ غالب ہے لیکن جب ہوا میں شدت آجاتی ہے تو سرخ رنگ غالب ہوجاتا ہے۔ ہوا میں وہ تمام رنگ بھی موجود ہیں جو دوسری مخلوقات میں ہیں۔

ہوا کے اندر توانائی اتنی زیادہ ہے کہ وہ تیس چالیس میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتی ہے اور بعض اوقات ہوا کی رفتار ایک سوبیس میل فی گھنٹہ ہوتی ہے۔ سمندروں میں طوفانِ بادوباراں دو سو چالیس کلومیٹر فی گھنٹہ کے حساب سے گھومتے ہوئے، بیس کلومیٹر فی گھنٹہ کی رفتار سے آگے بڑھتا ہے۔ سمندروں کی لہروں کی طاقت اور رفتار میں براہِ راست ہوا کا عمل دخل ہے۔

غزوۂ بدر میں جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مٹھی بھر مٹی پھینکی تو ہوا نے حضورؐ کے حکم کی تعمیل کی اس ہی طرح غزوۂ احزاب کے موقع پر تیز آندھی آئی۔ آسمان پر بادل چھاگئے۔ بارش نے میدانِ کارزار کو جل تھل کردیا۔ تیز و تند بارش اور ہوا نے، لشکر کے اعصاب کو منجمد کردیا اور خوف و دہشت میں باطل فوج کے پیر اکھڑ گئے اور وہ سراسیمہ ہوکر بھاگ گئے۔

ترجمہ:

"ہونی شدنی۔ کیا ہے وہ ہونی شدنی؟ اور تم کیا جانو وہ کیا ہے ہونی شدنی۔ ثمود اور عاد نے اس

اچانک ٹوٹ پڑنے والی آفت کو جھٹلایا تو ثمود ہلاک کئے گئے حد سے گزری چنگھاڑ سے اور عاد ایک بڑی شدید طوفانی آندھی سے تباہ کردیئے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو مسلسل سات رات اور آٹھ دن ان پر مسلط رکھا۔ دیکھو بچھڑے ہوئے گویا وہ کھجور کے بوسیدہ تنے ہوں۔ اب کیا ان میں سے کوئی تمہیں باقی بچا نظر آتا ہے۔" (الحاقۃ)

سورۃ الحاقہ کی آیت نمبر ۶ میں بتایا گیا ہے کہ قوم عاد ایک شدید جما دینے والی یخ بستہ آندھی کے ذریعہ تباہ کردی گئی تھی۔

حضرت عائشہؓ کی برأت

ہجرت کے بعد مدینۂ منورہ میں اسلام کا نور تیزی سے پھیلا۔ کفارِ مکہ اس صورتِ حال سے پریشان تھے۔ انہوں نے مدینہ پر سیاسی تسلط قائم کرنے کے لئے یہودیوں کے ساتھ جنگی معاہدہ کیا اور مدینہ کے گرد و نواح میں آباد قبائل کو اپنا اتحادی بنالیا۔ مدینہ کے تجارتی قافلے ان گزرگاہوں سے نہیں گزر سکتے تھے جہاں اتحادی قبائل آباد تھے۔ اس طرح مدینہ اقتصادی محاصرے میں آگیا۔ منصوبے کے اگلے مرحلے میں منافقوں کے سربراہ عبد اللہ بن ابی نے قریشِ مکہ کے ساتھ مل کر قبیلہ بنو مصطلق کو مسلمانوں پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا تاکہ محمد رسول اللہؐ حملہ آوروں سے نمٹنے کے لئے مدینہ سے باہر تشریف لے جائیں اور ان کے پیچھے مدینہ میں قتل و غارتگری کا بازار گرم کردیا جائے۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سازش کا علم ہوگیا۔ آپؐ نے بنو مصطلق کے متوقع حملے کی پیش بندی کے لئے احکامات صادر کئے اور جوابی کارروائی کے لئے تیس افراد پر مشتمل دستہ ترتیب دیا اور بنو

مصطلق کے علاقے میں تشریف لے گئے۔ بنو مصطلق اس صورتِ حال سے نبرد آزما ہونے کے لئے تیار نہ تھے۔ دو سو افراد پر مشتمل بنو مصطلق کا لشکر شکست سے دو چار ہوا اور پورا قبیلہ اسیر ہوگیا۔

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک گروہ کی قیادت عبد اللہ بن ابی کے سپرد کرکے اپنے ہمراہ محاذِ جنگ پر لے گئے تھے اور اس طرح منافقوں کی جماعت مدینہ میں سربراہ کے بغیر رہ گئی۔ اس حکمتِ عملی کا یہ نتیجہ نکلا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی غیر موجودگی میں مدینہ پر حملہ کا منصوبہ ناکام ہوگیا۔

قیدیوں میں قبیلہ کے سربراہ کی بیٹی "برّہ" بھی شامل تھیں۔ غنائم اور قیدی مسلمانوں میں تقسیم ہوئے تو برّہ حضرت ثابت بن قیسؓ کے حصے میں آئیں۔ برّہ نے بے بسی کے عالم میں روتے ہوئے التجا کی میں ہر گز کنیز نہیں ہوں۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے زرِ فدیہ ادا کرکے انہیں آزاد کرادیا اور آپ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زوجیت میں آگئیں۔ ازواجِ مطہرات میں آپ حضرت جویریہ بنتِ حارثؓ کے نام سے پہچانی جاتی ہیں۔

قبیلہ بنو مصطلق کے سارے لوگ حضرت جویریہؓ کے رشتہ دار تھے۔ اس نسبت سے صحابہ کرامؓ نے تمام قیدیوں کو آزاد کردیا۔ قبیلہ کے لوگ مسلمانوں کی جوانمردی اور لطف و عنایت اور حسنِ سلوک سے

بہت متاثر ہوئے اور سب مسلمان ہوگئے۔

محمد رسول اللہؐ اور اسلامی لشکر ابھی اسی مقام پر قیام پذیر تھے کہ دو مسلمان بھائیوں میں کسی بات پر جھگڑا ہوگیا۔ پست ذہن عبد اللہ بن ابی نے اس معمولی واقعہ کا فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کے درمیان نفاق پیدا کرنے کا موقع ہاتھ سے جانے نہ دیا۔ وہ اسلامی لشکر کے انصار دستہ میں پہنچ گیا اور کہا، ”میں آج کے دن سے پہلے مر جاتا تو اچھا تھا۔ آج سے زیادہ رسوا کن دن میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھا۔ تم نے مہاجر مسلمانوں کو ٹھکانہ دیا۔ اپنا مال و اسباب ان پر لٹا دیا۔ ان کی خاطر اپنے بیوی بچوں کو معاشی پریشانیوں میں مبتلا کردیا۔ اس کا صلہ یہ ملا کہ مدینہ میں ان کی تعداد بڑھ رہی ہے اور تم اقلیت بن گئے ہو اور اب وہ تمہارے مقابلے پر آگئے ہیں۔ میری مانو تو انہیں مار مار کر مدینے سے نکال دو تاکہ انہیں اپنی حیثیت کا اندازہ ہوجائے۔“

انصارِ مدینہ کے دل میں اپنے مہاجر بھائیوں کے لئے بدگمانی پیدا کرنے میں عبد اللہ بن ابی منافق کو جب خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی تو وہ مہاجر دستے کے پاس گیا اور ان سے کہا، ”تم لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر مدینہ آئے۔ کٹھن سفر کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اسلام کے نام پر تم نے زندگی کی آسائشوں کو چھوڑا اور بدلے میں تمہیں جھڑکیاں اور بدگمانیاں ملیں۔“ عبد اللہ بن ابی نے ہمدردی جتاتے ہوئے

کہا، ”اس دفعہ تو تم سراسر گھاٹے میں رہے، تم لوگ مال غنیمت سے محروم کردئے گئے ہو، انصار کے پاس گھر بار اور ذرائع معاش موجود ہیں،لیکن زیادہ تر مہاجرین مسلمان تہی دست ہیں اور انصاریوں پر تکیہ کئے ہوئے ہیں۔ مال غنیمت نہ ملنے سے جتنا نقصان تم لوگوں کو پہنچا ہے انصاریوں کو اتنا گھاٹا نہیں ہوا۔“ محمد رسول اللہؐ سے مسلمانوں کو بدگمان کرنے کے لئے اس نے کہا، ”محمدؐ نے قبیلے کے سردار سے ناتا جوڑ لیا ہے اور تم لوگ بغیر کچھ لئے دیئے اپنے قیدی چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ اب جبکہ مدینہ واپس جا رہے ہو تو تمھارے ہاتھ اسی طرح خالی ہیں جس طرح اس پُرمشقت سفر کے لئے روانہ ہوتے وقت تھے۔“

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو منافق عبداللہ بن ابی کی شر انگیزی کا پتہ چلا تو بے حد کبیدہ خاطر ہوئے اور اپنے تدبّر اور کلام نبوّت سے بھائی چارہ اور اخوت کا درس دیا اور فوری طور پرکوچ کاحکم جاری ہوا۔ مسلمانوں کا قافلہ روانہ ہوگیا۔

واپسی میں قافلے نے ایک جگہ پڑاؤ ڈالا ۔حضرت عائشہ صدیقہؓ جو محمد رسول اللہؐ کے ہمراہ اس سفر میں شریک تھیں ، ضرورت کے تحت اونٹ سے اتریں،قافلہ جب دوبارہ روانہ ہوا تو کجاوے کا پردہ گرا ہوا تھا۔ قافلہ والے حضرت عائشہؓ کی موجودگی سے لا علم تھے۔

حضرت عائشہؓ قافلے سے پیچھے رہ گئیں۔

حضرت صفوان بن معطلؓ قافلہ کے پیچھے چلنے کی ذمہ داری انجام دے رہے تھے۔قافلہ کی گری پڑی اشیاءکو سنبھالنا اور مالک تک پہنچا دینا ان کے ذمہ تھا۔وہ جب پڑاؤ کے مقام تک پہنچے تو انہیں وہاں اُم المومنین سیدہ عائشہ صدیقہؓ کو قافلے سے بچھڑا ہوا پایا ۔سیدہ عائشہؓ نے انہیں صورتحال سے آگاہ کیا ۔ حضرت صفوان بن معطلؓ نے سفر کے لئے انہیں اپنا اونٹ پیش کیا اور خود اونٹ کی لگام تھام لی۔

اسلامی کارواں تیز رفتاری سے سفر کرتے ہوئے مدینہ پہنچ گیا، حضرت صفوانؓ اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے ہمراہ بعد میں مدینہ پہنچے۔منافقین سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رفقاءکو آپؐ سے بدگمان کرنے کا کوئی موقع ھاتھ سے جانے نہیں دیتے تھے۔انہیں اپنے سیاہ باطن کے اظہار اور محمد رسول اللہؐ پر افتراء لگانے کا موقع مل گیا۔ عبد اللہ بن ابی منافق اپنے ہمنوا ٹولے کے ہمراہ صبح سے شام تک مدینہ کی گلی کوچوں میں فتنہ پھیلانے میں مصروف رہتا۔عصمتِ نبویؐ کے دامن اطہر پر بہتان تراشی کا طوفان اٹھا دیا گیا۔ یہودی مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے درپے رہتے تھے۔غزوہء بنی مصطلق کے موقع پر انصار اور مہاجر مسلمانوں کے درمیان جھگڑے اور سیدہ عائشہؓ پر بہتان کی تشہیر میں یہودیوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔

حضرت حسان بن ثابتؓ بڑے قادر الکلام شاعر تھے۔ منافقوں نے مہاجر و انصار کی عصبیت کو بھڑکایا اور حضرت صفوان بن معطلؓ کی ہجو کہنے پر اکسایا۔ انھوں نے تخیلات کے زور پر ایک موہوم واقعہ کو کچھ اس طرح بڑھا چڑھا کر پیش کیا کہ دیگر سادہ لوح مسلمان بھی شیطانی وسوسے سے محفوظ نہ رہ سکے۔ سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام شدید آزردہ خاطر ہوئے۔

اسلامی تذکرہ نویسوں نے لکھا ہے کہ یہ صورتِ حال تقریباً ایک ماہ تک رہی اور اس دوران حضرت عائشہ صدیقہؓ پر شدید ذہنی کرب و الم کے لمحات گزرے۔ یہاں تک کہ ایک دن سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے پاس پہنچے اور فرمایا "عائشہ! جانتی ہو کہ لوگ تمہارے بارے میں کیا کہہ رہے ہیں؟" حضرت عائشہؓ کی آنکھوں سے اشکوں کا سیل رواں ہوگیا اور انھوں نے بڑی مشکل سے کہا، "یا رسول اللہؐ! میرے بارے میں جو کچھ کہا جارہا ہے وہ سراسر جھوٹ ہے۔ افتراء ہے"۔

اسی لمحہ وحی نازل ہوئی اور حضرت عائشہ صدیقہؓ کی بے گناہی اور برأت کے بارے میں سورہ نور کی آیات نازل ہوئیں۔

ترجمہ:

"جن لوگوں نے یہ طوفان (حضرت عائشہؓ کی نسبت) برپا کیا ہے وہ تم میں سے ایک گروہ ہے۔ تم اس کو

اپنے حق میں برا نہ سمجھو بلکہ تمہارے حق میں
بہتر ہی بہتر ہے۔ ان میں سے ہر شخص کو ، جتنا
کسی نے کچھ کیا تھا گناہ ہوا اور ان میں جس نے
اس میں سب سے بڑا حصہ لیا ہے سخت سزا ہوگی۔
جب تم نے یہ بات سنی تو ایمان والے مرد اور
عورتوں نے نیک گمان کیوں نہیں کیا اور کیوں نہ
کہا کہ صریح جھوٹ ہے۔ یہ لوگ اس پر چار گواہ
کیوں نہیں لائے۔ سو جس صورت میں یہ لوگ گواہ
نہیں لائے۔ بس اللہ کے نزدیک یہ جھوٹے ہیں۔ اگر تم
پر اللہ کا فضل و کرم نہ ہوتا تو دنیا اور آخرت میں
جس شغل میں تم پڑے ہوئے تھے اس میں تم پر
سخت عذاب واقع ہوتا۔ جب کہ تم اس کو اپنی
زبانوں سے نقل در نقل کررہے تھے اور اپنے منہ سے
ایسی باتیں کہہ رہے تھے جس کی تم کو خبر نہیں
اور تم اس کو ہلکی بات سمجھ رہے تھے۔ حالانکہ
وہ اللہ کے نزدیک بہت بھاری بات ہے۔ اور تم نے
جب اس کو سنا تھا تو یوں نہیں کہا کہ ہم کو زیبا
نہیں کہ ہم ایسی بات منہ سے نکالیں۔ یہ تو بڑا بہتان

ہے۔ اللہ تم کو نصیحت کرتا ہے کہ پھر ایسی حرکت
مت کرنا اگر تم ایمان والے ہو اور اللہ تم سے صاف
صاف احکام بیان کرتا ہے اور اللہ بڑا جاننے والا ہے،
بڑا حکمت والا ہے"۔ (آیت ۱۱ ۔ ۲۹)

اللہ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے لئے برأت کی یہ آیتیں
نازل ہونا بلاشبہ بہت بڑا اعجاز ہے۔

اس واقعہ سے دینِ اسلام میں خواتین کا مقام اور ان کی فضیلت
ثابت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مردو خواتین کے اعمال کو برابری عطا
کی ہے۔

قرآن نے جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت کا
تذکرہ کیا ہے اسی طرح حضرت عائشہؓ کے بارے میں قرآن میں آیتیں
نازل ہوئی ہیں۔

ترجمہ:

"اس طرح ہم نے یوسف کے لئے اس سرزمین میں قدم
جمانے کی صورت نکالی اور اسے معاملہ فہمی کی
تعلیم دینے کا انتظام کیا اللہ اپنا کام کرکے رہتا ہے۔ مگر
اکثر لوگ جانتے نہیں ہیں۔ اور جب وہ اپنی پوری
جوانی کو پہونچا تو ہم نے اسے قوت فیصلہ اور علم

عطا کیا۔ اس طرح ہم نیک لوگوں کو جزا دیتے ہیں۔ جس عورت کے گھر میں وہ تھا وہ اس پر ڈورے ڈالنے لگی اور ایک روز دروازے بند کرکے بولی "آجا" یوسف نے کہا، "خدا کی پناہ" میرے رب نے تو مجھے اچھی منزلت بخشی۔ ایسے ظالم کبھی فلاح نہیں پایا کرتے۔ وہ اس کی طرف بڑھی اور یوسف بھی اس کی طرف بڑھتا اگر اپنے رب کی برہان نہ دیکھ لیتا ایسا ہوا، تاکہ ہم اس سے بدی اور بے حیائی کو دور کردیں۔ درحقیقت وہ ہمارے چنے ہوئے بندوں میں سے تھا۔ آخر کار یوسفؑ اور وہ آگے پیچھے دروازے کے طرف بھاگے اور اس نے پیچھے سے یوسف کی قمیض پھاڑ دی۔ دروازے پر دونوں نے اس کے شوہر کو موجود پایا۔ اسے دیکھتے ہی عورت کہنے لگی۔ کیا سزا ہے اس شخص کی جو تیری گھر والی پر نیت خراب کرے؟ اس کے سوا اور کیا سزا ہوسکتی ہے کہ وہ قید کیا جائے یا اسے سخت عذاب دیا جائے۔ یوسف نے کہا یہ مجھے پھانسنے کی کوشش کررہی تھی۔ اس عورت کے اپنے قبیلے والوں میں ایک شخص نے شہادت پیش کی کہ

اگر یوسف کی قمیض آگے سے پھٹی ہو تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹا اور اگر اس کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہو تو عورت جھوٹی ہے اور یہ سچا۔ جب شوہر نے دیکھا کہ یوسف کی قمیض پیچھے سے پھٹی ہوئی ہے تو اس نے کہا "یہ تم عورتوں کی چالاکیاں ہیں واقعی بڑے غضب کی ہوتی ہیں تمہاری چالیں۔" یوسفؑ، اس معاملے سے درگذر کر اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ تو ہی اصل میں خطا کار تھی"۔ (سورہ یوسف)

ترجمہ:

"اے انسانوں! تم سب کو اللہ نے ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو قبیلوں اور خاندانوں میں اس لئے بنایا تاکہ ایک دوسرے کو پہچان سکو، یقیناً اللہ کے نزدیک وہ شریف ہے جو پرہیزگار ہے"۔ (سورہ الحجرات)

ترجمہ:

"تحقیق مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں اور ایمان لانے والے مرد اور ایمان لانے والی عورتیں اور قرآن

پڑھنے والے مرد اور قرآن پڑھنے والیاں اور سچ بولنے اور سچ بولنے والیاں اور عاجزی کرنے والے اور عاجزی کرنے والیاں اور خیرات دینے والے اور خیرات دینے والیاں اور روزہ رکھنے والے اور روزہ رکھنے والیاں اور نگہبانی کرنے والے شرم گاہ اپنی کی اور نگہبانی کرنے والیاں اور یاد کرنے والے اللہ کے بہت اور یاد کرنے والیاں، تیار کیا ہے اللہ نے ان کے واسطے بخشش اور اجر بڑا" (سورۃ احزاب ۳۵)

حدیبیہ میں کنواں

صلح حدیبیہ کے وقت مسلمانوں نے ایسے پتھریلے علاقہ میں پڑاؤ ڈالا تھا جہاں پانی نہیں تھا۔ البتہ ایک کنواں تھا۔ جو عرصے سے خشک پڑا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک تیر حضرت ناجیہؓ کو دیتے ہوئے فرمایا "اس خشک کنویں میں اترو اور اس کے بیچ میں یہ تیر گاڑ دو" تیر گاڑتے ہی کنویں میں سے پانی کا چشمہ ابل پڑا۔

بنو سعد کا کنواں

بنو سعد بن ہذیم کا ایک وفد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں تبوک کے مقام پر حاضر ہوا اور عرض کیا؟ "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے کنویں میں پانی بہت کم ہے۔ گرمیوں کا موسم ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہمارا خاندان پانی کی تلاش میں منتشر ہوجائے گا۔ ہمارے لئے دعا کریں کہ کنوئیں میں پانی پورا ہوجائے۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کنکریاں طلب کرکے ان کو ہاتھ میں لے کر ملا اور فرمایا، "یہ کنکریاں بسم اللہ پڑھ کر

ایک ایک کرکے کنویں میں ڈال دینا۔"

بنو سعد بن ہذیم کے وفد کے لوگ کنکریاں لے کر چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق کنکریاں کنویں میں ڈال دیں۔ کنویں میں کنکریوں کا ڈالنا تھا کہ کنویں میں پانی بھر گیا اور پھر کبھی پانی کی قلت نہیں ہوئی۔

تبوک کے راستے میں پانی

تبوک کے راستے میں وادیٔ مشقق کی ایک چٹان میں پانی کا چشمہ تھا۔ چشمہ سے پھوٹنے والا پانی اس قدر تھا کہ صرف تین آدمی اس سے سیر ہوسکتے تھے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آگے جانے والوں سے فرما دیا تھا کہ وہ چشمہ سے پانی نہ نکالیں جب تک کہ ہم نہ پہنچ جائیں۔ منافقوں کا گروہ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پہلے وہاں پہنچا اور اس کا سارا پانی نکال کر ضائع کردیا۔ حضورؐ جب وہاں پہنچے تو انہیں اس امر کی اطلاع دی گئی۔ آپؐ سواری سے نیچے اتر آئے اور چٹان کے نیچے ہاتھ مبارک رکھا اور دعا فرمائی تو چٹان سے پانی فوارے کی طرح ابل پڑا۔

مشکوں میں پانی کم نہیں ہوا

ایک سفر میں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا' یا رسول اللہؐ ! پانی ہے

نہیں اور پیاس بہت زیادہ لگ رہی ہے۔ حضرت علیؓ اور دوسرے صحابہؓ نے دیکھا کہ ایک عورت پانی سے بھری ہوئی دو مشکیں اونٹ پر لے کر آرہی ہے۔ اس سے پوچھا کہ پانی کا چشمہ یہاں سے کتنا دور ہے۔ اس نے جواب دیا میرے قبیلے اور چشمے کے درمیان ۲۴ گھنٹے کا فاصلہ ہے۔ حضرت علیؓ اس عورت کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے گئے۔ آپؐ نے برتن منگوا کر ایک مشک سے تھوڑا سا پانی انڈیلا اور دعا فرمائی۔ پانی دوبارہ مشک میں ڈال دیا۔ صحابہ کرامؓ نے سیر ہوکر پانی پیا اور برتن پانی سے بھر لئے لیکن مشکیں پانی سے بھری رہیں۔ عورت حیرت و استعجاب کی تصویر بنی یہ سارا ماجرا دیکھ رہی تھی۔ جب سب لوگ پانی پی چکے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا' اس عورت کو کھجوریں دے کر رخصت کردو۔

* * *

پانی ایسا سیال ہے جو پھیلنے اور سمٹنے کی بدرجۂ اتم صلاحیت رکھتا ہے۔ پانی ایک پیالہ میں ہو' گلاس میں ہو یا مٹکے میں ہو' تالاب' دریا اور سمندر میں ہو جتنا چاہے خود کو پھیلا دیتا ہے اور جتنا چاہے خود کو سمیٹ لیتا ہے۔ پانی کی یہ صلاحیت پانی کا لاشعور ہے۔

ہر زندگی میں پانی کا عمل دخل تین حصے ہے۔ بتایا جاتا ہے کہ



زمینی فضا نائٹروجن اور آکسیجن پر مشتمل ہے

پانی کی فطرت نشیب میں بہنا ہے لیکن اس کے برعکس پانی ۸۰ فٹ ناریل کے اونچے درخت میں سربند پیالے (ڈاب) میں جمع ہوجاتا ہے اور جب نشیب میں طوفانی صورت اختیار کرتا ہے تو پورے پورے شہر اپنے قدموں میں روندکر ویران کردیتا ہے۔

زمین جب سے وجود میں آئی ہےاس وقت سے لےکر اب تک سمندر کئی بار اپنی جگہ بدل چکا ہے، جہاں اب خشکی ہے، کبھی وہاں پانی تھا اور جہاں اب سمندر ہے، وہاں کسی زمانے میں زمین پر آبادی تھی۔ ماہرین کے مطابق دنیا کے بہت سے حصوں میں سمندر خشکی کی طرف بڑھ رہے ہیں، بہت سے جزیرے سمندر میں چھپ گئے ہیں اور سمندر میں غرق خشکی کے حصے دوبارہ نمودار ہو رہے ہیں۔

سائنس دانوں کے مطابق زمین کی سطح متحرک ہے۔سطح زمین کے نیچے پگھلی ہوئی چٹانیں ہیں۔ سیاہ چٹانوں پر مشتمل مادہ (Matter) بھی سست روی سے متحرک ہے۔ جس کی وجہ سے قشرِ ارض بڑی بڑی پلیٹوں میں ٹوٹ گیا ہے۔ پلیٹیں جہاں سے کھسک جاتی ہیں، زمین وہاں سے پھٹ جاتی ہے اور کھائیاں اور سمندر بن جاتے ہیں ۔بعض جگہوں پر کھنچاؤ کی وجہ سے سلوٹیں بن جاتی ہیں ۔ زمین کی سطح پر نمودار ہونے والی یہ سلوٹیں پہاڑی سلسلے ہیں۔

زمین پر تین حصے پانی اور ایک حصہ خشکی ہے ۔ سائنس دانوں کا

خیال ہے کہ ایک خلیئے پر مشتمل جاندار سے لے کر بارہ کھرب سیلز سے مرکب آدمی اور عظیم الجثہ حیوانات سب کی زندگی پانی سے شروع ہوئی ہے۔ خشکی پر رہنے والی مخلوق اور پانی میں آباد مخلوق سمیت تمام جانداروں کے خون میں سوڈیم، پوٹاشیم اور کیلشیم کی نسبت وہی ہے جس نسبت سے یہ کیمیاوی عناصر سمندر کے پانی میں پائے جاتے ہیں۔

سمندر میں نمک، گھانس پھونس، Sea Food اور دیگر سمندری مخلوق کے علاوہ بیش بہا معدنیات اور کیمیائی اجزاء موجود ہیں۔ ایک مکعب میل سمندری پانی میں بارہ کروڑ تراسی لاکھ ٹن سادہ نمک، ایک کروڑ اسی لاکھ ٹن میگنیشیم کلورائیڈ، اٹھتر لاکھ ٹن میگنیشیم سلفیٹ، انسٹھ لاکھ ٹن کیلشیم سلفیٹ اور تین لاکھ ساٹھ ہزار ٹن میگنیشیم برومائڈ کے علاوہ آیوڈین، لوہا، تانبا، چاندی اور سونا بھی شامل ہوتا ہے۔

سمندر کا پانی کھاری ہوتا ہے لیکن بعض ساحلوں کے قریب اس میں میٹھے پانی کے چشمے ملتے ہیں۔ سمندروں کی تہہ کے نیچے میٹھے پانی کے چشمے جاری رہتے ہیں۔ میٹھا پانی سمندر کے پانی سے ہلکا ہوتا ہے۔ جہاں کہیں سمندر کی تہہ کو توڑ کر میٹھا پانی باہر نکلتا ہے اور ہلکا ہونے کی وجہ سے اوپر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے ایسی جگہ سمندر

کی سطح پر بلبلے دکھائی دیتے ہیں۔

سمندر کے پانی میں نمک کی مقدار دیگر کیمیاوی اجزاء کی نسبت زیادہ ہے۔ جن مقامات میں دریا میٹھا پانی لے کر سمندر میں آملتے ہیں وہاں سمندری پانی میں نمک کم ہے اور جہاں میٹھے پانی کی آمیزش کم ہے یا جہاں جہاں پانی زیادہ مقدار میں بخارات بن کر اڑتا ہے وہاں سمندر کے پانی میں نمک زیادہ ہے۔

سورج کی گرمی سے سمندروں، دریاؤں اور جھیلوں کا پانی بخارات میں تبدیل ہوتا ہے۔ بخارات بادل بن جاتے ہیں اور ہوا بادلوں کو اڑا کر لے جاتی ہے۔ پہاڑوں اور میدانوں میں بارش برستی ہے۔ فضا میں موجود گیسز اور پہاڑوں سے مختلف عناصر اس میں شامل ہوجاتے ہیں۔ یہ پانی زمین کی مٹی میں نمی پیدا کرتا ہے جو حیاتیاتی پروسس کا لازمی جزو ہے۔

بخارات سے بھری ہوئی ہوا کا درجۂ حرارت کسی وجہ سے کم ہوجائے تو بخارات قطروں کی شکل اختیار کرلیتے ہیں اور تھوڑی دیر کے لئے فضا میں موجود خاکی ذرّات پر بسیرا کرتے ہیں۔ جب یہ قطرے بھاری ہوجاتے ہیں تو بارش کی شکل میں زمین پر گرنے لگتے ہیں۔

بادلوں کے اندر موجود پانی کے ہر قطرے پر مثبت یا منفی چارج

موجود ہوتا ہے۔ یہ ذرّات جب آپس میں ٹکراتے ہیں تو بیشتر مثبت چارج بادلوں کے اوپر کے حصے میں اور بیشتر منفی چارج بادلوں کے نچلے حصے میں جمع ہوجاتا ہے۔ اس چارج کی طاقت لاکھوں وولٹ ہوتی ہے۔ ایک بادل کے منفی ذرّات جب دوسرے بادل کے مثبت ذرّات سے ٹکراتے ہیں یا بادل کے منفی ذرّات زمین پر موجود اشیاء کے مثبت ذرّات سے ٹکراتے ہیں تو بجلی کا کوندا (Spark) لپکتا ہے۔ اسپارک سے آس پاس کی ہوا شدید گرم ہوجاتی ہے۔ ہوا کا درجۂ حرارت تقریباً تینتیس ہزار سنٹی گریڈ تک بڑھ جاتا ہے۔ گرم ہوا تیزی سے پھیلتی ہے اور اردگرد کی سرد ہوا سے ٹکراتی ہے۔ جس سے شدید دھماکہ کی آواز پیدا ہوتی ہے۔ گرج اور چمک کا یہ عمل اگرچہ بہ یک وقت واقع ہوتا ہے لیکن آواز کی لہریں روشنی سے کم رفتار ہونے کی وجہ سے گرج، چمک کے بعد سنائی دیتی ہے۔

سائنس دانوں نے اندازہ لگایا ہے کہ ایک سیکنڈ میں دنیا بھر میں تقریباً ایک سو اسپارک وجود میں آتے ہیں اور بجلی کے ایک اسپارک میں اتنی توانائی موجود ہوتی ہے جس سے ایک چھوٹے شہر کی ایک سال کی ضروریات پوری ہوسکتی ہیں۔ بجلی کی چمک سے پیدا ہونے والی حرارت اور توانائی سے بادلوں میں پانی کے ذرّات شکست و ریخت کے عمل سے گزرتے ہیں اور فضا میں موجود دیگر گیسز کے ساتھ کیمیائی

تعامل کرتے ہیں۔ جس سے آکسیجن، ہائیڈروجن اور نائٹروجن کی ایسی کیمیائی ترکیب بنتی ہے جس کا اصطلاحی نام امونیم نائٹریٹ ہے۔ یہ ایک بہترین کھاد ہے۔ یہ کھاد پانی میں حل ہوکر جب زمین میں جذب ہوتی ہے تو پودوں اور فصلوں کو نئی زندگی عطا کردیتی ہے۔ ایک مرتبہ کی چمک سے پیدا ہونے والی کھاد ہزاروں لاکھوں ٹن مقدار میں ہوتی ہے۔

ایک اندازے کے مطابق تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار مکعب کلومیٹر پانی بارش کی صورت میں دنیا کے براعظموں کو مہیا ہوتا ہے۔ یہ مقدار سطحِ زمین پر موجود پانی کا صرف ایک فیصد ہے اور زیرِ زمین پانی کا ہزارواں حصہ ہے۔ بارش کا پانی ندی، نالوں، جھرنوں، آبشاروں اور دریاؤں سے ہوتا ہوا سمندر میں مل جاتا ہے۔

بارش کا چار حصے پانی بھاپ بن کر اڑ جاتا ہے یا بہہ کر سمندر میں چلا جاتا ہے، ایک حصہ پانی زمین میں جذب ہوجاتا ہے۔ زمین کے اندر چٹانوں میں مسام ہوتے ہیں۔ پانی مٹی اور مسام دار چٹانوں سے گزرتا چلا جاتا ہے۔ پانی کی گزرگاہ میں جہاں غیر مسام دار چٹانوں کی کوئی تہہ آجاتی ہے، پانی وہیں رک جاتا ہے۔ پانی آگے نہیں بڑھتا اور جمع ہوتا رہتا ہے اور اس طرح مسام دار چٹانوں کے مسام اور دراڑیں پانی سے بھر جاتی ہیں۔

زمین دوز پانی کے ذخائر ہزاروں کلو میٹر سالانہ کی رفتار سے زمین کے اندر سفر کرتے رہتے ہیں۔زمین کی نچلی تہوں میں ہزاروں سال تک پانی محفوظ رہتا ہے۔ زمین دوز پانی کی بالائی سطح موسم کے ساتھ ساتھ اونچی نیچی ہوتی رہتی ہے ۔ خشک موسم میں زمین تھوڑا پانی جذب کرتی ہے اور برسات میں چٹانوں کی دراڑیں اور مسام بالکل بھر جاتے ہیں ، جہاں کہیں زیرِ زمین پانی کی سطح اونچی ہوتی ہے پانی کا چشمہ ابل پڑتا ہے اور جہاں ضرورت ہو کنواں کھود کرزیرِ زمین پانی کے ذخائر کو استعمال کیا جاتا ہے۔

ترجمہ:

"لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلوں کو شاید تم پرہیزگاری اختیار کرو۔جس نے بنادیا زمین کو تمھارے لئے بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی پھر نکالے اس سے میوے تمھارے لئے رزق ، پس تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کے برابر نہ بناؤ۔" (البقرۃ ۔ ۲۱.۲۲)

ترجمہ:

" اور جس نے خاص مقدار میں آسمان سے پانی اتارا۔ اس کے ذریعہ سے مردہ زمین کو زندگی دی اسی طرح ایک روز

تم زمین سے برآمد کئے جاؤ گے"۔ (الزخرف ۔ ۴۳)

ترجمہ:

"اس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور سورج اور چاند اس کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ سب ایک وقت مقررہ تک حرکت کرتے رہیں گے۔ دیکھو وہی غالب بخشنے والا ہے"۔ (الزمر ۔ ۵)

ترجمہ:

"اللہ ہی ہے جو ہواؤں کواپنی رحمت کے آگے آگے خوشخبری لئے ہوئے بھیجتا ہے۔ پھر وہ پانی سے بھرے ہوئے بادل اٹھا لیتی ہیں تو انہیں کسی مردہ سرزمین کی طرف حرکت دیتا ہے اور وہاں مینہ برسا کر طرح طرح کے پھل نکالتا ہے اور اسی طرح ہم مُردوں کو حالتِ موت سے نکالتے ہیں شاید کہ تم اس مشاہدے سے سبق حاصل کرو۔ جو زمین اچھی ہوتی ہے وہ اپنے رب کے حکم سے خوب پھل پھول لاتی ہے اور جو زمین خراب ہوتی ہے اس سے ناقص پیداوار کے سوا کچھ نہیں نکلتا۔ اس طرح ہم نشانیوں کو بار بار پیش

کرتے ہیں اس قوم کے لئے جو کہ شکر کرنے والی ہے"۔ (الاعراف ۔ ۵۷)

ترجمہ:

"خدا ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اٹھاتی ہیں پھر وہ ان بادلوں کو آسمان میں پھیلاتا ہے۔ جس طرح چاہتا ہے اور انہیں ٹکریوں میں تقسیم کرتا ہے پھر تو دیکھتا ہے کہ بارش کے قطرے بادل میں سے ٹپکتے ہیں۔ یہ بارش جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے برساتا ہے تو یکایک وہ خوش و خرم ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس کے نزول سے پہلے وہ مایوس ہو رہے تھے۔ دیکھو اللہ کی رحمت کے اثرات کہ مُردہ پڑی ہوئی زمین کو وہ کس طرح زندہ کر دیتا ہے۔ یقیناً وہ مُردوں کو زندگی بخشنے والا ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اگر ہم ایک ایسی ہوا بھیج دیں جس کے اثرات سے وہ اپنی کھیتی کو زرد پائیں تو وہ کفرانِ نعمت اور ناشکری کرنے لگیں"۔ (الروم ۔ ۴۸)

آیتِ مقدسہ کے معانی اور مفہوم پر غور کرنے سے یہ بات پوری طرح واضح ہوجاتی ہے کہ زندگی کا دارومدار پانی کے اوپر ہے۔ خود اللہ

نے فرمایا ہے کہ ہم آسمان سے پانی نازل کرتے ہیں اور اس میں سے تمھارے لئے رزق اور پھل پیدا کرتے ہیں اور جب مردہ زمین پر بارش برستی ہے تو اس کے اندر زندگی دوڑ جاتی ہے۔خشک زمین بظاہر بنجر نظر آتی ہے لیکن زمین کے اندر مخلوق کی ہزاروں قسمیں ہیں۔جو سطح زمین پر نظر نہیں آتیں۔ بتایا جاتا ہے کہ ایک گرام مٹی میں کھربوں جراثیم ہوتے ہیں۔جب طویل عرصہ تک بارش نہیں ہوتی تو زمین کے اندر یہ جراثیم بے حرکت ہوجاتے ہیں۔ لیکن جب بارش برستی ہے تو یہ کھربوں جراثیم زندہ اور متحرک ہوجاتے ہیں۔بارش کے بعد زمین کے اندر نمو کا یہ عمل ہزاروں جاندار اشیاء کیڑوں ،مکوڑوں درختوں ،پودوں اور پھلواری کی پیداوار کا سبب بنتا ہے۔ بارش کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ زیر زمین شہر کے شہر آباد ہوگئے ہیں۔مختصر یہ ہے کہ پانی زندگی کے لئے نا گزیر ہے۔ تحقیقات کے عمل میں پانی کی اہمیت سے کسی بھی طرح انکار نہیں کیا جاسکتا۔تخلیقی عمل پر غور کیا تو زمین پر تمام تولیدی سلسلہ پانی کے اوپر قائم ہے۔

جب ہم پانی کا تذکرہ کرتے ہیں تو روحانی نقطہ نظر سے دو رخوں کا تذکرہ کرتے ہیں۔ایک پانی اور دوسرے پانی کی ماہئیت ۔جس طرح ہر انسان میں شعور اور لاشعور کام کررہے ہیں اور انسان کی ساری زندگی لاشعور سے شعور کے اوپر انفارمیشن پر قائم ہے اسی طرح پانی کی ماہئیت اور

خاصیت پر پانی کا وجود ہے۔ پانی کا پھیلنا ، سمٹنا ،زمین کے اندر پانی کا بہنا ،چشمے ،آبشار، ندی ،نالے ،دریا ، سمندر اورآسمان سے بہنے والا پانی اپنے باطنی وجود (لاشعور) پر قائم اور متحرک ہے۔

باعث تخلیق کائنات سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام اللہ کے اسرار و رموز کے امین ،اللہ کی نیابت اور خلافت کے اعلیٰ منصب پر فائز،حامل علم لدنی ،تخلیقی فارمولوں کے ماہر، بحروبر ،شجرو حجر، سماوات اور زمین کے حاکم ہیں اور انہیں اللہ کی نیابت کے تحت حاکمیت کے تمام اختیارات حاصل ہیں۔سیدنا حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے جب چاہا کہ پانی میں اضافہ ہو یا خشک کنویں میں پانی کا چشمہ ابل پڑے تو حضورؐ نے پانی کے باطن (لاشعور) میں تصرف فرمادیا۔حضورؐ کے تصرف سے پانی کے ظاہر میں پھیلنے اور بہنے کی صلاحیت متحرک ہوگئی۔ خشک کنویں سے چشمہ ابل پڑا۔اوریہی تصرف جب مشک کے پانی پرہوا تو قانون الٰہی کے تحت آدمیوں کی بہت بڑی تعداد نے پانی پی لیا لیکن مشک خالی نہیں ہوئی۔

ترجمہ:

''کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کی ساری چیزیں تمھارے لئے مسخر کردی ہیں اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتیں تم پر تمام کردی ہیں۔''

(سورۃ نحل ۔۱۲)

کعبہ کی کنجی

حضرت عثمان بن طلحہؓ کعبہ کے کلید بردار تھے۔ ایامِ جاہلیت میں وہ کعبہ کو پیر اور جمعرات کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے ساتھیوں کے ہمراہ کعبہ میں داخل ہوئے۔ عثمان بن طلحہ نے آپؐ کی شان میں گستاخی کی۔ مگر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے درگزر کیا اور فرمایا، ”اے عثمان! عنقریب چابی میرے ہاتھ میں ہوگی اور مجھے اس پر تصرف ہوگا جس کو چاہوں دے دوں، جہاں چاہوں رکھ دوں۔“ عثمان بن طلحہ نے کہا اس دن قریش ہلاک اور ذلیل ہوجائیں گے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، ”نہیں، بلکہ وہ عزت پائیں گے اور زندہ رہیں گے۔“ فتح مکہ کے دن خانہ کعبہ کی چابی محمد رسول اللہؐ کے پاس تھی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کیا کہ یہ چابی ہمیں عنایت فرمادی جائے۔ مگر حضورؐ نے چابی عثمان بن طلحہ کو عطا فرمادی۔

بائیکاٹ

کفارِ مکہ اور اہلِ قریش نے سیدنا علیہ الصلوۃ والسلام کا معاشی بائیکاٹ کرکے عہد نامہ لکھ کر کعبہ میں لٹکا دیا۔ اس عہد نامہ میں لکھا تھا کہ بنو ہاشم سے کوئی تعلق نہ رکھے، یہاں تک کہ دوسرے علاقوں کے سوداگر بنو ہاشم سے لین دین نہیں کرسکتے۔ آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام بمعہ اہلِ و عیال شعب ابی طالب نامی گھاٹی میں مقیم ہوگئے۔ تین سال تک حد و حساب سے زیادہ تکالیف اور پریشانیاں برداشت کیں۔ تین سال کے بعد سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے قریشِ مکہ کو اطلاع بھیجی کہ قریش نے متفقہ طور پر جو عہد نامہ لکھا تھا اسے دیمک نے چاٹ لیا ہے۔ صرف اللہ کا نام اس میں باقی رہ گیا ہے۔ قریش نے عہد نامہ منگوا کر دیکھا تو جہاں جہاں اللہ لکھا تھا وہ دیمک کی دست برد سے محفوظ رہا باقی سب کو دیمک نے چاٹ لیا۔

* * *

دیمک (White Ants) چیونٹی کی ایک قسم ہے۔ یہ پندرہ سے بیس فٹ تک اونچا گھر بناتی ہیں۔ دیمک کی عقل و دانش کا حال یہ ہے کہ جب وہ اپنا گھر بناتی ہے تو ہر گھر محرابوں پر اٹھایا جاتا ہے۔ چھتیں اس قدر مضبوط ہوتی ہیں کہ کئی آدمیوں کا بوجھ سہار سکتی ہیں۔ ہر گھر کے مرکز میں ملک و ملکہ رہتے ہیں، اردگرد مزدوروں کے کمرے

ہوتے ہیں۔ ان سے آگے دایہ جماعت کے کمرے ہوتے ہیں اور ان سے آگے گودام بنائے جاتے ہیں۔ اس گھر کا کوئی دروازہ نہیں ہوتا اور نہ ان کی آنکھیں ہوتی ہیں۔ یہ مٹی کے نیچے رہتی ہیں تاکہ پرندوں کا شکار نہ بنیں۔ مٹی کی سرنگ بنا کر اس کے اندر چلتی ہیں۔ ان میں سے کچھ، روشنی میں چلتی پھرتی ہیں جن میں بصارت بھی کام کرتی ہے۔ نر دیمک کے دانت اس قدر مضبوط ہوتے ہیں کہ لکڑی کو چند ثانیوں میں ریزہ ریزہ کردیتے ہیں۔ ان کی ملکہ ایک چھوٹے کمرے میں بند رہتی ہے۔ اس کمرے کا دروازہ اتنا چھوٹا ہوتا ہے کہ ملکہ باہر نہیں نکل سکتی۔ اسے غذا اندر ہی پہنچا دی جاتی ہے۔

اس ننھے سے کیڑے نے عقل و دانش کا مظاہرہ کرکے عہدنامہ کے صرف ان الفاظ کو چاٹا جو کفارِ مکہ نے حضورؐ کو اذیت دینے کے لئے لکھے تھے۔ لیکن خالق و مالک ہستی اللہ کے رسولؐ نے جس واحد ذات کے قابلِ پرستش ہونے کا برملا اعلان کیا، اس کے نام کو دیمک نے نہیں چاٹا۔

سراقہ اور کنگن

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ جب مکہ سے ہجرت کرکے مدینے کی طرف روانہ ہوئے تو کفارِ مکہ نے اعلان کردیا

کہ جو کوئی محمدؐ اور ان کے ساتھی کو پکڑ کر لائے گا اسے سو اونٹ انعام میں دیئے جائیں گے۔ انعام کے لالچ میں بہت سے لوگ رسول اللہؐ کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ سراقہ نامی شخص اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوکر تلاش میں نکلا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیقؓ تین دن غارِ ثور میں قیام کرنے کے بعد مدینے کی طرف روانہ ہو گئے تھے۔ آپؐ راستے میں ہی تھے کہ سراقہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا آپہنچا۔ جب وہ قریب آیا تو اس کے گھوڑے کے چاروں پیر پیٹ تک زمین میں دھنس گئے۔ یہ دیکھ کر سراقہ بہت گھبرایا۔ اس نے بہت کوشش کی مگر گھوڑے کے پیر زمین سے باہر نہ نکلے۔ سراقہ نے التجا کی:

اے محمدؐ! مجھے اور میرے گھوڑے کو اس مصیبت سے نجات دلائیے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ واپس چلا جاؤں گا اور جو کوئی آپؐ کی تلاش میں آرہا ہوگا اسے بھی واپس لے جاؤں گا۔

حضورؐ نے دعا فرمائی۔ زمین نے گھوڑے کو باہر نکال دیا۔ سراقہ واپس جانے لگا تو حضورؐ نے فرمایا:

"اے سراقہ! میں تیرے ہاتھوں میں ایران کے بادشاہ نوشیرواں کے کنگن دیکھ رہا ہوں۔"

حضرت عمر فاروقؓ کے دورِ خلافت میں ایران فتح ہوا۔ مال

غنیمت میں ایران کے بادشاہ نوشیرواں کے کنگن بھی تھے۔ جو حضرت عمرؓ نے سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیئے۔

بدر کے قیدی

قریش نے جنگِ بدر کے قیدیوں کو چھڑانے کے لئے فدیے بھیجے۔ حضرت عباس بولے میرے پاس کیا ہے جسے میں ادا کرکے رہائی حاصل کروں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا وہ مال کہاں ہے جسے آپ نے اور آپ کی بیوی امِ الفضل نے چھپا رکھا ہے۔ جنگ کے لئے روانہ ہوتے وقت آپ نے اپنی بیوی سے کہا تھا اگر میں مارا گیا تو اس مال کو میرے بیٹوں میں تقسیم کردینا۔

حضرت نوفل بن حارث رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عم زاد تھے۔ کفار کی فوج میں شامل تھے۔ غزوۂ بدر میں گرفتار ہوگئے۔ بدر کے قیدیوں میں سے ہر ایک کا فدیہ ایک ہزار درھم سے چار ہزار درھم تھا۔ جن کے پاس مال نہ تھا اور وہ لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کا فدیہ یہ مقرر ہوا کہ وہ انصار کے دس نوجوانوں کو لکھنا سکھا دیں۔ جب قیدیوں کے فدیے کی بات چلی تو حضرت نوفل بن حارث نے عرض کیا "میرے پاس تو کچھ ہے ہی نہیں کہ فدیے میں دے سکوں"۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "وہ نیزے کہاں ہیں جو

تونے جدہ میں رکھے ہوئے ہیں۔ ان کو فدیے میں دے دے۔"

آندھی

غزوۂ تبوک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن فرمایا کہ آج رات کو بہت تیز ہوا چلے گی۔ تم میں سے کوئی شخص رات کو نہ اٹھے۔ جس کے پاس اونٹ ہو وہ اس کو مضبوط باندھ دے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا رات کو بہت تیز ہوا چلی اور سخت آندھی آئی۔ ایک شخص کو ہوا نے اٹھا کر پہاڑوں میں گم کردیا۔

گم شدہ اونٹنی

ایک غزوہ کے موقع پر راستے میں آپؐ کی اونٹنی گم ہوگئی۔ صحابہ کرامؓ اونٹنی کی تلاش میں نکلے عمارہؓ بن حزم اس وقت سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس موجود تھے۔ ایک منافق نے لوگوں سے کہا، "محمدؐ نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور تمہیں آسمان کی خبریں سناتا ہے اور اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عمارہؓ سے کہا، "ایک شخص نے یہ کہا ہے کہ محمد نبوت کا دعویٰ کرتا ہے اور لوگوں کو آسمان کی خبریں سناتا ہے اور اسے یہ بھی پتہ نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے؟ خدا کی قسم! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ نے مجھے بتا دیا ہے، مجھے وہی

کچھ معلوم ہے جس کا علم اللہ نے مجھے عطا کردیا ہے۔ اللہ نے مجھے اونٹنی کے بارے میں خبر دی ہے کہ اونٹنی ایک درے میں ہے اور اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے۔ تم جاکر اسے لے آؤ۔

چوٹی میں خط

دو اصحاب کے ساتھ حضرت علیؓ کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے *فاخ نامی مقام کی طرف روانہ کیا اور فرمایا وہاں ایک عورت کے پاس قریش مکہ کے نام خط ہے۔ اس عورت کو گرفتار کرکے لے آؤ۔ تینوں اصحاب تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوکر روانہ ہوئے۔ عورت کو گرفتار کرکے تلاشی لی گئی تو چوٹی میں خط چھپا ہوا تھا۔

جنگِ موتہ کا احوال

جس وقت موتہ کے میدان میں تین ہزار افراد پر مشتمل لشکرِ اسلام کفار کے دو لاکھ لشکر سے نبردآزما تھا۔ اس وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مدینہ میں خطبہ ارشاد فرما رہے تھے۔ حضورؐ نے فرمایا۔ "زید نے جھنڈا پکڑا اور بہادری سے لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ اب جعفرؓ نے کمان سنبھال لی۔ جعفرؓ نے گھوڑے کی کونچیں کاٹ کر حملہ کیا۔ ان کا دایاں بازو کٹ گیا تو علم بائیں ہاتھ میں لے لیا۔

*فاخ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے۔

بایاں بازو بھی کٹ گیا تو جھنڈا بغل میں لے لیا اور شہید ہوگئے۔ اب جھنڈا عبد اللہ بن رواحہؓ کے ہاتھ میں ہے۔ وہ بھی لڑتے لڑتے شہید ہوگئے۔ مجھے دکھا دیا گیا ہے کہ فرشتے انہیں سنہری پلنگ پر اٹھا کر جنت میں لے گئے ہیں۔"

قبیلہ ہوازن

غزوۂ حنین میں ایک سوار نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہؐ میں نے پہاڑ پر سے دیکھا ہے کہ قبیلۂ ہوازن کے تمام لوگ اونٹوں پر اسلحہ لاد کر حنین میں آگئے ہیں۔ آپؐ نے مسکرا کر فرمایا۔ "سب سامان مسلمانوں کو مل جائے گا۔ دوسرے دن جب کفر و اسلام میں معرکہ ہوا تو مسلمانوں کو فتح ہوئی۔

نجاشی کی وفات

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت ام سلمہؓ سے فرمایا۔ "میں نے ایک ریشمی حلہ اور کئی اوقیہ مشک حبشہ کے بادشاہ نجاشی کے لئے ہدیہ بھیجا ہے۔ مگر ایسا لگتا ہے کہ نجاشی کے فوت ہوجانے کے باعث ہدیہ واپس آجائے گا۔ ہدیہ واپس آیا تو ریشمی حلہ تمہارا ہوگا۔"

جس روز نجاشی شاہِ حبشہ کی وفات ہوئی اسی روز حضور علیہ الصلوٰۃ

والسلام نے اپنے صحابہؓ کو اس واقعہ کی اطلاع دی اور فرمایا۔ "اپنے بھائی کے لئے مغفرت طلب کرو۔" نجاشی شاہِ حبشہ کے مرنے کے بعد ہدیہ واپس آگیا۔

خسرو پرویز

ہجرت کے ساتویں سال کے آغاز میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عرب سربراہانِ حکومت کو دعوتِ اسلام کے خطوط ارسال فرمائے تھے۔ شاہِ ایران خسرو پرویز کے پاس سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا نامہ مبارک پہنچا تو خسرو پرویز نے خط کو چاک کردیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس جب خط چاک کرنے کی اطلاع پہنچی تو حضورؐ نے فرمایا اس کی سلطنت ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی۔ نامہ مبارک کو چاک کرنے کے بعد خسرو پرویز نے یمن کے حاکم باذان کو گستاخانہ حکم دیا، "تو اس مدعی نبوت کے پاس جا اور اس سے کہہ دے کہ اپنے دعوے سے باز آجائے ورنہ اس کا سر قلم کرکے میرے پاس بھیج دے۔" باذان نے اپنے دو مصاحب اس غرض سے مدینہ بھیجے کہ وہ جاکر مدعی نبوت سے ملیں اور اطلاع دیں۔ وہ دونوں بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور حقیقتِ حال عرض کی۔ حضورؐ نے ان سے کہا کہ آج تم آرام کرو، کل میرے پاس آنا۔ اگلے روز جب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی

خدمت میں حاضر ہوئے تو حضورؐ نے فرمایا "کل رات اللہ تعالیٰ نے کسریٰ (خسرو پرویز) کو قتل کرادیا ہے اور اس کے بیٹے شیرویہ کو اس پر مسلط کردیا ہے، میری طرف سے باذان کو یہ خبر دے دو اور یہ بھی کہہ دو کہ میرا دین اور میری حکومت ایک روز کسریٰ کے ملک کی حدود تک پہنچ جائے گی اور اسے یہ بھی بتادو کہ اگر تم اسلام لے آؤ گے تو تمہارا ملک تمہیں دے دیا جائے گا"۔ قاصدوں نے واپس جاکر حضورؐ کے ارشادات اس کے گوش گزار کردیئے۔ زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ شیرویہ کی طرف سے باذان کے نام خط آیا۔ اس خط میں لکھا تھا میں نے اپنے باپ خسرو پرویز کو قتل کردیا ہے کیونکہ وہ معززینِ ایران کے قتل کو روا رکھتا تھا۔ تم رعایا سے میری اطاعت کا عہد لو اور اس مدعی نبوت سے تعرض نہ کرو میرے باپ نے جس کی گرفتاری کا حکم دیا تھا۔ باذان مسلمان ہوگیا اور اس کے ساتھ ہی یمن میں مقیم ایرانی بھی ایمان لے آئے۔

دل میں بھید

واثلہؓ بن اثقع حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ واثلہؓ بیچ میں آکر بیٹھ گئے۔ صحابہؓ نے اس کو برا سمجھا اور انہیں

ایک طرف بیٹھنے کو کہا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا اسے بیٹھا رہنے دو مجھے معلوم ہے کہ یہ یہاں کس مقصد سے آیا ہے۔ واثلہؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ بتائیے میں کس مقصد سے یہاں آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا تم شر اور نیکی کے بارے میں جاننا چاہتے ہو۔ واثلہؓ نے کہا قسم اس ذات کی جس نے سچائی کے ساتھ آپ کو بھیجا ہے۔ میں اسی لئے آیا ہوں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ نیکی وہ ہے جس سے اطمینانِ قلب حاصل ہو اور شر میں اطمینانِ قلب نہیں ہوتا۔ تجھے چاہئیے کہ اس چیز کو اختیار کر جس میں شک و شبہ نہ ہو۔

آنے کا مقصد کیا ہے؟

شیطان صفت عُمیر بن وہب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرامؓ کو اذیتیں دینے میں پیش پیش رہتا تھا۔ ایک روز خانہ کعبہ میں عمیرؓ نے کہا، "اللہ کی قسم اگر مجھ پر قرض نہ ہوتا اور گھر والوں کی ذمہ داری نہ ہوتی تو میں محمدؐ کو قتل کردیتا۔" ابو لہب نے کہا تمہارا قرض میں ادا کردیتا ہوں۔ تمہارے بیوی بچوں کی پرورش میرے ذمہ ہے۔ جب تک وہ زندہ ہیں میں ان کا کفیل ہوں۔ عمیر بن وہب زہر میں بجھا ہوا خنجر لے کر مدینہ کی طرف چل پڑا۔ جب وہ مدینہ

پہنچا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گھر میں داخل ہوگیا تو حضور نے پوچھا، "عمیر! تو یہاں کیوں آیا ہے؟" عمر نے کہا۔ "میں اپنے بیٹے کی رہائی کا فدیہ دینے آیا ہوں۔" حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تو جھوٹ بولتا ہے۔ تو اس لئے نہیں آیا کہ اپنے قیدی کو فدیہ ادا کرکے چھڑا لے جائے بلکہ تو مجھے قتل کرنے آیا ہے۔ عمیر راز کھلنے پر لرزنے لگا اور کپڑوں میں چھپا ہوا خنجر زمین پر گرگیا۔

رومیوں کاغلبہ

بعثتِ نبوی کے پانچویں برس آتش پرست ایرانیوں اور مسیحی عقائد پر کاربند رومیوں میں جنگ ہوئی۔ جنگ میں ایرانیوں کو کامیابی حاصل ہوئی۔ اہلِ کتاب ہونے کی وجہ سے مسلمانوں کو رومیوں سے ہمدردی تھی۔ رومیوں کی شکست سے انہیں افسوس ہوا۔ اللہ نے مسلمانوں کو تسلی دی:

ترجمہ:

"رومی مغلوب ہوئے۔ پاس کی زمین میں اور وہ اس مغلوبی کے بعد غالب ہوں گے۔ کتنی برس میں، حکم اللہ ہی کا ہے آگے اور پیچھے اور اس دن خوش ہوں گے ایمان والے۔ اللہ کی مدد سے، مدد کرے جس کی چاہے

اور وہی ہے زبردست رحم والا۔ اللہ کا وعدہ ہوا، خلاف نہ کرے گا اللہ اپنا وعدہ لیکن بہت لوگ نہیں جانتے۔" (الروم ۲ ۔ ٦)

مشرکین مکہ نے مسلمانوں کا مذاق اڑایا تو سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پیشین گوئی فرمائی۔

"تین سے نو سال کی مدت میں رومی دوبارہ غالب ہوں گے۔"

سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یہ فرمان پیشین گوئی کے نویں سال پورا ہوگیا۔

سخاوت

عدی بن حاتم، حاتم طائی کے بیٹے تھے۔ شام سے مدینہ منورہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام انہیں گھر لے گئے اور کھجور کی چھال سے بھرا ہوا کشن بیٹھنے کے لئے دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ عدی بن حاتم نے سوچا بلاشبہ یہ بادشاہ نہیں ہیں کیونکہ بادشاہوں میں اس طرح کی تواضع نہیں ہوتی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ اے عدی تم عیسائیت اور صابیت کے درمیان کا اعتقاد رکھتے ہو۔ عدی بن حاتم نے عرض کیا، بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔ پھر آپؐ نے فرمایا کہ اے عدی بن حاتم تم اپنی قوم سے غنیمتوں کا چوتھا حصہ لیتے ہو۔ حالانکہ تمہارے دین میں

یہ جائز نہیں ہے۔ عدی کہنے لگے، بے شک آپ نے سچ فرمایا ہے۔ عدی بن حاتم کو یقین ہوگیا کہ یہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی ہیں جو غیب کی باتیں جانتے ہیں۔ پھر حضورؐ نے ان سے فرمایا:

"اے عدی اسلام کی طرف تمہاری رغبت ہے مگر تم اسلام اس لئے قبول نہیں کرتے کہ تمہیں بظاہر مسلمانوں کی حالت کمزور نظر آتی ہے۔ خدا کی قسم ایک وقت آئے گا کہ مسلمانوں کے پاس دولت پانی کی طرح بہتی ہوگی۔ مسلمان مٹھیاں بھر بھر کر سونا چاندی خیرات میں دیں گے اور اسے قبول کرنے والا کوئی نہیں ملے گا۔

اور تم اسلام کو اس لئے قبول نہیں کرتے کہ تمہیں مسلمان تھوڑے اور ان کے مقابلے میں کفار تعداد میں زیادہ نظر آتے ہیں۔ خدا کی قسم ایک وقت آئے گا کہ چار دانگِ عالم میں اسلام کا چرچا ہوگا۔ زمین کے اوپر پھیلے ہوئے دور دراز ممالک مسلمانوں کے زیرِ نگیں ہوں گے۔ حتیٰ کہ عورتیں تنِ تنہا اونٹ پر سوار ہوکر بے خوف و خطر قادسیہ سے چل کر بیت اللہ شریف کی زیارت کو آئیں گی۔

اور تم اس خیال سے اسلام کو قبول نہیں کرتے کہ تمہیں مسلمانوں میں بادشاہ نظر نہیں آتے۔ تمہارے خیال میں بادشاہت مسلمانوں کے مخالفین کے پاس ہے۔ خدا کی قسم وقت آئے گا کہ

روم اور بابل کے شاہی محلات مسلمانوں کے پاس ہوں گے۔ عدی یہ پیشین گوئی سن کر مسلمان ہوگئے۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں میری زندگی میں ہی بابل کے سفید شاہی محلات ختم ہوگئے اور میں نے یہ بھی دیکھا کہ اونٹ پر سوار تنہا عورت کئی دنوں کا سفر طے کرکے بیت اللہ شریف پہنچی ہے اور خدا کی قسم *تیسری پیشین گوئی بھی پوری ہوکر رہے گی کہ دولت پانی کی طرح بہے گی اور کوئی ایسا نہ ملے گا جو اسے قبول کرنے پر تیار ہوجائے۔

اللہ کے لئے خرچ کرنے والے ہاتھ

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک دفعہ ازدواجِ مطہراتؓ سے فرمایا۔ "میری وفات کے بعد تم میں سے سب سے پہلے وہ مجھ سے ملاقات کرے گی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے۔" یہ سن کر ازدواجِ مطہرات آپس میں ہاتھ ناپنے لگیں۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پردہ فرمانے کے بعد ازدواجِ مطہرات میں سے حضرت زینبؓ کی وفات ہوئی جن کا لقب ام المساکین تھا اور وہ صدقہ خیرات بہت کیا کرتی تھیں۔ ان کی وفات کے بعد ازدواج پر یہ عقدہ کھلا کہ لمبے ہاتھوں سے مراد اللہ کے لئے خرچ کرنے والے ہاتھ ہیں۔

---

*حضرت عمر بن عبدالعزیز کے زمانے میں یہ تیسری پیشین گوئی پوری ہوئی۔

بی بی فاطمہؓ کے کان میں سرگوشی

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت فاطمہؓ کو طلب فرمایا اور اپنے پاس بٹھا کر کان میں چند باتیں فرمائیں۔ حضرت فاطمہؓ رونے لگیں اور بہت غمگین ہوئیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ان کے کان میں دوبارہ ایک بات کہی۔ حضرت فاطمہؓ روتے روتے چپ ہوگئیں اور مسکرانے لگیں۔ حضرت عائشہؓ نے بی بی فاطمہؓ سے جب استفسار کیا تو انہوں نے بتایا کہ پہلی مرتبہ حضورؐ نے میرے کان میں کہا تھا کہ جبرائیل سال میں ایک مرتبہ مجھ سے قرآن سنتے ہیں۔ لیکن جبرائیل نے اس سال دو بار مجھ سے قرآن سنا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ میں اس سال رخصت ہوجاؤں گا۔ یہ سن کر میں رونے لگی۔ پھر آپؐ نے سرگوشی میں فرمایا۔ اہلِ بیت میں سے تم سب سے پہلے مجھ سے ملاقات کروگی۔ یہ سن کر میں مسکرادی۔ حضورؐ کے وصال کے چھ ماہ بعد حضرت فاطمہؓ اپنے والدِ گرامی کے پاس تشریف لے گئیں۔

حضرت علیؓ

حضرت علیؓ سے سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ حضرت صالح کی قوم میں قیدار بن سالف سب سے زیادہ شقی تھا۔ جس نے حضرت صالح کی نبوت و رسالت کی دلیل کے لئے بھیجی گئی اونٹنی کی

کونچیں کاٹ ڈالی تھیں اور میری امت میں سب سے زیادہ شقی وہ ہے جو تلوار سے تمہارے سر پر وار کرے گا۔ تمہاری داڑھی خون سے سرخ ہوجائے گی۔ روایت ہے کہ جس صبح حضرت علیؓ پر قاتلانہ حملہ کیا گیا وہ ساری رات آپ بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھاتے اور فرماتے تھے کہ یہ تو وہی رات ہے جس کا مجھ سے وعدہ کیا گیا تھا۔ بے شک سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کبھی جھوٹی بات نہیں کہی۔ فجر کے وقت آپ مسجد تشریف لے گئے راستے میں بطخوں نے چلاً چلاً کر آسمان سر پر اٹھالیا۔ لوگوں نے انہیں خاموش کرانا چاہا تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ انہیں غم کا اظہار کرنے دو۔ آپ نماز میں اپنے خالق و مالک کے حضور حاضر تھے کہ عبد الرحمٰن بن ملجم نے آپ پر حملہ کردیا۔ تلوار سے آپ کی پیشانی پر کاری ضرب لگائی اور آپ شہید ہوگئے۔

سعد بن ابی وقاصؓ

حجتہ الوداع کے موقع پر حضرت سعد بن ابی وقاص سخت بیمار ہوگئے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام عیادت کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے خدمتِ اقدس میں عرض کیا کہ شاید میں اس مرض سے جانبر نہ ہوسکوں۔ میری وارث ایک لڑکی ہے۔ اجازت ہو تو میں

اپنے مال سے متعلق وصیت کردوں۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، "ابی وقاص انشاء اللہ تم زندہ رہوگے اور تمہاری ذات سے بہت سے لوگوں کو فائدہ پہنچے گا اور بہت سے لوگ نقصان میں رہیں گے"۔ حضرت سعد بن ابی وقاص صحتیاب ہونے کے بعد پچاس سال تک اسلام کی خدمت کرتے رہے۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں ایران کا دارالسلطنت مدائن ان کی قیادت میں فتح ہوا۔

صحابی جن حضرت سرقؓ

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے مکہ کے سفر کے دوران مرا ہوا ایک سانپ دیکھا انہوں نے ایک کپڑے میں لپیٹ کر اسے دفن کردیا۔

کان میں سرگوشی ہوئی۔

"حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے میں نے سنا تھا کہ سرقؓ گاؤں کے ایک میدان میں وفات پائے گا اور میری امت کا بہترین شخص اسے دفن کرے گا۔"

عمر بن عبدالعزیز نے پوچھا! تم کون ہو؟

آواز آئی، میں نوعِ جنات میں سے ایک فرد ہوں اور یہ میرا ساتھی سرقؓ ہے۔ جنات میں سے جن لوگوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بیعت کی تھی ان میں سے اب میرے سوا کوئی باقی نہیں رہا۔

* * *

اللہ نے کنُ فرمایا تو کائنات کی جو شکل و صورت اللہ کے ذہن میں تھی، مظہر بن گئی یعنی کائنات اللہ کے ذہن کا عکس ہے۔ اللہ کے ذہن کا عکس اس کی صفات ہیں۔

کائنات میں جو کچھ ہے وہ زمین پر ہو، زمین میں ہو، آسمانوں میں ہو یا کائنات کے کسی بھی گوشے میں ہو وہ اللہ کی صفت کا مظاہرہ ہے۔ چونکہ کائنات اللہ کے ذہن کا عکس ہے اس لئے کائنات میں ہر مخلوق ہر ہر قدم پر خالقِ کائنات اللہ کی محتاج ہے۔

اللہ کی صفات کا عکس رخِ اول ہے اور خود کائنات جو ہر آن ہر لمحہ خالق کے کرم کی محتاج ہے، رخِ دوئم ہے۔ ان دونوں رخوں سے کائنات میں تخلیقی عمل جاری ہے۔

پہلا رخ یا مرحلہ کائنات کا اجتماعی شعور ہے۔ دوسرا مرحلہ نوع ہے۔ تیسرا مرحلہ نوع کے افراد ہیں۔ کوئی شخص اس کا نام کچھ بھی ہو اس کا وجود پہلے مرحلے کا عکس ہے، خواہ وہ فرد انسان ہو، جن ہو، فرشتہ ہو، نباتات ہو، جمادات ہو یا پھیلی ہوئی کائنات میں کوئی کرّہ ہو۔

کائنات میں ممتاز فرد انسان ہے جس کے بارے میں اللہ نے لقد خلقنا الانسان فی احسن التقویم فرمایا ہے۔

قانونِ قدرت کے مطابق انسانی زندگی کے بھی دو رخ ہیں۔ ایک

ظاہری رخ اور دوسرا باطنی رخ۔

ظاہر رخ مادی آنکھ سے دیکھنے پر نظر آتا ہے۔ جبکہ باطنی رخ روح کی آنکھ سے نظر آتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ باطن میں ہے وہی ظاہر میں ہے۔ جو چیز باطن میں نہیں ہے وہ ظاہر میں بھی موجود نہیں ہے۔ گویا باطن رخ اصل ہے۔ اور کسی شخص کا باطنی رخ ہی اس کی اصل اور روح ہے۔ ظاہری حصہ یا ظاہری رخ زمانیت اور مکانیت کا پابند ہے۔ باطنی حصہ میں زمان و مکان دونوں نہیں ہوتے۔ ہم جب ظاہری رخ میں سفر کرتے ہیں تو فاصلے اور رفتار کے اعتبار سے اس میں کئی گھنٹے، کئی دن اور کئی مہینے لگ سکتے ہیں۔ لیکن باطنی رخ میں طویل سفر کی ضرورت پیش نہیں آتی اور نہ ہی مشاہدہ کے دوران کوئی پردہ حائل ہوتا ہے۔

کائنات کا ہر فرد لاشعوری طور پر ایک دوسرے کے ساتھ روشناس اور منسلک ہے۔ اگر کوئی فرد سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سے اس قانون سے واقف ہوجائے تو وہ ایک ذرّے کی حرکت کو دوسرے ذرّے کی حرکت سے ملحق دیکھ سکتا ہے۔ اس قانون کا شعور رکھنے والا انسان ہزاروں سال پہلے یا ہزاروں سال بعد کے واقعات کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ اس کا تجربہ نوعِ انسانی میں ہر فرد کو ہوتا رہتا ہے۔ مثلاً دن میں ہم سورج کو نو کروڑ میل دور دیکھتے ہیں اور ہر

رات لاکھوں میل کے فاصلے پر ستارے ہماری آنکھوں کے سامنے ہوتے ہیں۔ یہ نو کروڑ میل دیکھنا یا ستاروں کو لاکھوں میل کے فاصلے پر بغیر وقفے کے دیکھنا کائناتی شعور سے دیکھنا ہے۔

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشین گوئیوں میں یہی قانون نافذ ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اللہ رب العالمین کے بھیجے ہوئے رحمت اللعالمین ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کائنات کی تخلیق میں کام کرنے والے تمام مخفی گوشوں سے پوری طرح واقف ہیں۔ کائنات کے ہر مخفی گوشہ سے واقف اور علم غیب کے امین، حضورؐ نے جب کائناتی شعور استعمال کیا تو ہونے والے واقعات ان کے سامنے آگئے۔

دستِ رحمت

حضرت ابیض بن حمالؓ کے چہرے پر داد تھا۔ جس سے چہرہ بدنما لگتا تھا۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک روز انہیں اپنے قریب بلایا اور سامنے بٹھا کر ان کے چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ داد کے نشانات چہرے پر سے ختم ہوگئے۔

حضرت یزید بن قنافہ طائی گنجے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سر پر دستِ مبارک پھیرا تو ان کا گنج دور ہوگیا اور ان کے سر پر بال اگ آئے۔ یہ بال اتنی کثرت سے تھے کہ ان کا لقب "بلب" یعنی بہت زیادہ بالوں والا ہوگیا۔

جنونی لڑکا

ایک بار ایک عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس لڑکے کو جنون ہے۔ آپؐ نے لڑکے کو اپنے پاس بٹھالیا اور اس کے سینے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا۔ ذرا دیر بعد لڑکے

کو سیاہ رنگ کی قے ہوئی اور اسے جنون کے مرض سے نجات مل گئی۔

آنکھ کا ڈیلا

غزوۂ احد میں جب مسلمانوں کی صفیں بکھر گئیں تو دشمنوں نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے گرد گھیرا تنگ کردیا۔ جن صحابہؓ نے کمالِ جاں نثاری سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کا دفاع کیا ان میں حضرت ابو دجانہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اور حضرت قتاوہ بن نعمان انصاریؓ شامل تھے۔ حضرت قتاوہ بن نعمانؓ کی آنکھ میں تیر لگا۔ آنکھ زخمی ہوگئی اور آنکھ کا ڈیلا نکل کر لٹک گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ڈیلا واپس آنکھ میں رکھ دیا۔ چنانچہ ان کی وہ آنکھ نہ صرف ٹھیک ہوگئی بلکہ اس کی نگاہ دوسری آنکھ سے زیادہ تیز ہوگئی۔

حرم میں اذان

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غزوہ حنین سے واپس آرہے تھے۔ راستے میں نماز کا وقت آگیا۔ حضورؐ حسبِ دستور ٹھہر گئے۔ مؤذن نے اذان دی۔ ابو محذورہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ قریب موجود تھے۔ اذان سن کر انہوں نے استہزا کے طور پر چلاّ چلاّ کر اذان کی نقل اتارنی شروع کی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک آدمی بھیج کر ان سب

کو بلوایا۔ جب وہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے لائے گئے تو حضورؐ نے ان سب سے باری باری اذان کہلوائی۔ ابو محذورہ خوش الحان تھے اور ان کی آواز بھی سب سے بلند تھی۔ حضورؐ نے انہیں روک لیا اور باقی سب کو جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد حضورؐ نے ابو محذورہ کو اپنے سامنے بٹھالیا اور پیشانی سے چہرے تک ہاتھ پھیرتے ہوئے سینے تک لائے اور سینے سے پیٹ، کلیجے اور ناف تک ہاتھ پھیرا۔ اس کے بعد حضورؐ نے دعا فرمائی: "اللہ تعالیٰ تجھے برکت عطا فرمائے اور تجھ پر اپنا فضل و کرم کرے۔ جاؤ حرم شریف میں اذان دو۔"

مٹی تریاق بن گئی

سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک دفعہ بنو حارث کے قبیلے سے گزرے ایک شخص سخت بخار میں مبتلا تھا۔ اس نے عرض کیا، یا رسول اللہؐ! ہمارے علاقے میں بخار وبائی صورت اختیار کرگیا ہے۔ سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، مقامِ صعیب سے مٹی لو اور ایک دعا تعلیم کی کہ یہ پڑھ کر جسم پر مٹی مل لو۔ بخار میں مبتلا مریض شفایاب ہوگئے۔ اس طرح برص اور دوسری جلد کی بیماریوں کے لئے بھی یہ مٹی تریاق بن گئی۔

بکری زندہ ہوگئی

مدینہ کی طرف ہجرت فرماتے ہوئے رسول اکرمؐ بنو خزاعہ کی خاتون عاتکہ بنت خالد کے خیمے کے پاس سے گزرے۔ یہ خاتون امِ معبد کے نام سے مشہور تھی اور آنے جانے والوں کو پانی پلاتی اور کھانا کھلاتی تھی۔ حضورؐ نے خیمے کی چوب سے ایک بکری بندھی دیکھی۔ دریافت فرمانے پر امِ معبد نے کہا۔ "یہ بکری کمزور اور بیمار ہے۔ ریوڑ کے ساتھ نہیں جاسکتی۔ لاغری کے سبب دوسری بکریوں سے پیچھے رہ جاتی ہے۔"

حضورؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ دودھ دیتی ہے۔ امِ معبد نے جواب دیا اسے دودھ نہیں اترتا۔ حضورؐ نے برتن طلب کرکے دودھ دوہنا شروع کیا۔ جب برتن بھر گیا تو حضورؐ نے پہلے امِ معبد کو پلایا۔ پھر حضورؐ نے اپنے ساتھیوں کو پلایا۔ سب سے آخر میں حضورؐ نے اسی دودھ کو خود نوش فرمایا۔

حضرت جابر بن عبد اللہ کے پاس ایک بکری اور کچھ بچا ہوا توشہ موجود تھا۔ انہوں نے بکری کو ذبح کیا ان کی بیوی نے آٹا پیس کر روٹی اور گوشت پکایا اور ایک پیالے میں *ثرید تیار کیا۔ حضرت جابرؓ ثرید کا پیالہ لے کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت جابرؓ سے فرمایا۔ "اے

*روٹی کے ٹکڑوں کو گوشت میں تر کرکے بنایا جاتا ہے۔

جابر! اپنے ساتھیوں کو جمع کر اور ان کو میرے پاس ایک ایک کرکے بھیج دے۔" حضرت جابرؓ ایک ایک جماعت بناکر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس بھیجتے رہے۔ سب نے سیر ہوکر کھایا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کھانے والوں سے صرف اتنا فرماتے تھے کہ "کھاؤ اور ہڈی نہ توڑو۔" سب لوگ جب ثرید کھاکر چلے گئے تو حضورؐ نے پیالے کے درمیان ہڈیوں کو جمع کیا اور ان پر اپنا دستِ مبارک رکھ کر کچھ ارشاد فرمایا بکری کان ہلاتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "جابرؓ اپنی بکری لے جاؤ۔"

* * *

حضور قلندر بابا اولیاء رحمتہ اللہ علیہ نے روحانی علوم و قوانین پر مبنی کتاب "لوح و قلم" میں لکھا ہے کہ "میں یہ کتاب پیغمبرِ اسلام حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حکم سے لکھ رہا ہوں۔ مجھے یہ حکم حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے بطریقِ اویسیہ ملا ہے"۔ کتاب "لوح و قلم" صفحہ ۱۲۱ پر معجزہ، کرامت اور استدراج کے بارے میں قلندر بابا اولیاءؒ لکھتے ہیں کہ:

تجلی تنزل کرکے نور بنتی ہے اور نور تنزل کرکے روشنی یا مظہر بن جاتا ہے۔ یہی مظہر شئے ہے جو تجلی اور نور کی مظہراتی شکل ہے۔ بالالفاظِ دیگر تجلی تنزل کرکے نور بنی اور نور تنزل کرکے مظہر یا شئے بنا۔

یہ مظہر تجلی اور نور سے تخلیق ہوا پھر نور اور تجلی ہی میں فنا ہوگیا اور اگر اللہ چاہے گا تو اس ناموجود کو پھر موجود کردے گا۔ عارف علم شئے میں ہی تصرف کرتا ہے جس کا اثر شئے پر براہِ راست پڑتا ہے۔

تصرف کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ معجزہ

۲۔ کرامت

۳۔ استدراج

یہاں تینوں کا فرق سمجھنا ضروری ہے۔ استدراج وہ علم ہے جو اعراف کی بری روحوں یا شیطان پرست جنات کے زیرِ سایہ کسی آدمی میں خاص وجوہ کی بناء پر پرورش پاجاتا ہے۔ اس کی ایک مثال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں بھی پیش آئی ہے۔

اس دور میں صاف ابنِ صیاد نام کا ایک لڑکا مدینہ کے قریب کسی باغ میں رہتا تھا۔ موقع پاکر شیطان کے شاگردوں نے اسے اچک لیا اور اس کی چھٹی حس کو بیدار کردیا۔ وہ چادر اوڑھ کر آنکھیں بند کرلیتا اور ملائکہ کی سرگرمیوں کو دیکھتا اور سنتا رہتا۔ وہ سرگرمیاں عوام میں بیان کردیتا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی شہرت سنی تو ایک روز حضرت عمر فاروقؓ سے فرمایا، "آؤ،

ذرا ابنِ صیاد کو دیکھیں۔"

اس وقت وہ مدینہ کے قریب ایک سرخ ٹیلے پر کھیل رہا تھا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس سے سوال کیا۔ "بتا! میں کون ہوں"

وہ رکا اور سوچنے لگا۔ پھر بولا، "آپ امیوں کے رسول ہیں لیکن آپ کہتے ہیں کہ میں خدا کا رسول ہوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "تیرا علم ناقص ہے، تو شک میں پڑگیا، اچھا بتا! میرے دل میں کیا ہے؟"

اس نے کہا، "دخ ہے" (ایمان نہ لانے والا) یعنی آپؐ میرے متعلق یہ سمجھتے ہیں کہ میں ایمان نہ لاؤں گا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا "پھر تیرا علم محدود ہے۔ تو ترقی نہیں کرسکتا۔ تو اس بات کو بھی نہیں جانتا کہ ایسا کیوں ہے؟"

حضرت عمرؓ نے فرمایا۔ "یا رسول اللہؐ! اگر آپؐ اجازت دیں تو میں اس کی گردن مار دوں۔"

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جواب دیا۔ "اے عمر! اگر یہ دجال ہے تو اس پر تم قابو نہیں پاسکو گے اور اگر دجال نہیں ہے تو اس کا قتل زائد ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔"

غیب کی دنیا میں لفظ اور معنی کوئی چیز نہیں ہے۔ ہر چیز شکل و صورت رکھتی ہے خواہ وہ وہم ہو، خیال ہو یا احساس۔ اگر کسی انسان کی چھٹی حس بیدار ہے تو اس کے ذہن میں غیب بینی کی صلاحیت پیدا ہوجاتی ہے۔ عبرانی زبان میں نبی غیب بین کو کہتے ہیں اور رسول غیب کے قاصد کو۔ اس ہی وجہ سے ابنِ صیاد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مرتبۂ رسالت کو صحیح نہیں سمجھ سکا۔ اس نے جو کچھ دیکھا وہ یہ تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام غیب کے قاصد ہیں اور اس کی غیب کی روشناسی اپنی ہی حد تک تھی یا ان اجنّہ کی حد تک تھی جو اس کے دوست یا استاد تھے۔ وہ ملائکہ کی سرگرمیوں کا مشاہدہ کرسکتا تھا۔ بس یہیں تک اس کے فن کی رسائی تھی۔ جب اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو سمجھنے کی کوشش کی تو معرفتِ الٰہی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو غیب کا رسول قرار دیا۔ اس کی غیب بینی صرف اس حد تک تھی کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک اُمی قوم میں پیدا ہوئے ہیں اور ان کے معجزات کا مظاہرہ اُمی قوم میں ہوا ہے۔ اس فکر کے تحت اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اُمیوں کا رسول کہا۔ جب حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کو استدراج کی حدوں میں مقید دیکھا تو اس سے یہ سوال کیا کہ بتا میرے دل میں کیا ہے جس کے جواب میں

اس نے دخ کہا اور حضورؐ نے جب یہ دیکھا کہ ابنِ صیاد کو معرفت حاصل نہیں ہوگی تو آپؐ نے فرمایا کہ تو ترقی نہیں کرسکتا۔

چنانچہ ابنِ صیاد کی طرح کسی بھی صاحبِ استدراج کو اللہ کی معرفت حاصل نہیں ہوسکتی۔ علمِ استدراج اور علمِ نبوت میں یہی فرق ہے کہ استدراج کا علم غیب بینی تک محدود رہتا ہے اور علمِ نبوت انسان کو غیب بینی کی حدوں سے گزار کر اللہ کی معرفت تک پہنچا دیتا ہے۔

علمِ نبوت کے زیرِ اثر کوئی خارقِ عادت نبی سے صادر ہوتی تھی اس کو معجزہ کہتے تھے اور جب کوئی خارقِ عادت ولی سے صادر ہوتی ہے تو اس کو کرامت کہتے ہیں۔ لیکن یہ بھی علمِ نبوت کے زیرِ اثر ہوتی ہے۔ معجزہ اور کرامت کا تصرف مستقل ہوتا ہے۔ مستقل سے مراد یہ ہے کہ جب تک صاحبِ تصرف اس چیز کو خود نہ ہٹائے وہ نہیں ہٹے گی۔ لیکن استدراج کے زیرِ اثر جو کچھ ہوتا ہے وہ مستقل نہیں ہوتا اور اس کا اثر فضا کے اثرات بدلنے سے خود بہ خود ضائع ہوجاتا ہے۔

استدراج کے زیرِ اثر جو کچھ ہوتا ہے اس کو جادو کہتے ہیں۔

جن نے کہا ...... جلدی چلو

سواد بن قاربؓ اسلام قبول کرنے سے پہلے ایک عامل کی حیثیت سے شہرت رکھتے تھے۔ ان کے قبضے میں ایک جن تھا جو غیب کی خبریں ان تک پہنچاتا تھا۔ قاربؓ کہتے ہیں کہ ایک رات میرے مطیع جن نے مجھے نیند سے بیدار کیا اور کہا .... سواد اٹھو!

میری بات غور سے سنو۔

عقل مند ہو تو عقل سے کام لو۔

بلاشبہ نبی کی بعثت ہوچکی ہے۔

وہ خدائے واحد کی طرف بلاتے ہیں۔

پھر جن نے جھوم جھوم کر اشعار کہے:

"میں جنوں کے دور دراز سفر کے لئے بوریا بستر باندھنے پر تعجب کررہا ہوں۔ اگر تم ہدایت کے طلب گار ہو تو مکہ معظمہ کی طرف جلدی چلو۔ یاد رکھو سچا جن جھوٹے جن کی طرح نہیں ہوتا۔ جلدی کر بنو ہاشم کے اس چہرۂ جمیل کا دیدار کرلے جو تونے آج سے پہلے کبھی نہیں دیکھا۔"

سواد بن قاربؓ نے جن کو اپنے پاس سے بھگا دیا۔ اگلی رات جن پھر آیا اور دعوتِ سفر دی۔ تیسری رات جن نے سواد بن قاربؓ کو جھنجوڑ کر اٹھا دیا اور کہا:

"بنو ہاشم کے عظیم فرد کی زیارت سے اپنا دل روشن کرلے۔"

جن نے گذشتہ دو راتوں کی طرح یہ شعر دہرایا۔

"میں حیران ہوں کہ جنات اونٹوں پر کجاوے کس کر مکہ ہدایت پانے کے لئے بیقراری کے عالم میں دوڑے جارہے ہیں۔"

سواد بن قاربؓ بے چین ہوگئے، رات بھر نیند نہیں آئی، صبح ہوتے ہی تیز رفتار سواری کا انتظام کیا اور سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ سیدنا علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں دیکھتے ہی فرمایا:

"مرحبا اے سواد بن قارب! ہمیں معلوم ہے کہ تم کس لئے یہاں آئے ہو۔" سواد بن قارب کو جن کی صداقت پر یقین آگیا اور وہ دائرہ اسلام میں داخل ہوگئے۔

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ انسان اور جنات کی دنیا ایک جیسی ہے۔ جس طرح انسان، اونٹوں پر سوار ہوکر سفر کرتے ہیں جنات کی دنیا میں بھی اونٹ ہیں۔ انسان جس طرح ہدایت کے

متلاشی ہیں اور اللہ کی توفیق کے ساتھ اسلام قبول کیا ہے اسی طرح جنات بھی گروہ در گروہ مسلمان ہوتے ہیں۔ جس طرح مسلمان سیدنا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نورانی چہرہ پر عاشق اور حضورؐ پر جان نثار ہونا اپنے لئے سب سے بڑی سعادت سمجھتے ہیں، جنات بھی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر جان نثار کرنے کو اپنے لئے سعادت سمجھتے ہیں۔

بچانے والا اللہ ہے

ایک غزوہ سے واپسی پر مسلمان لشکر نے راستے میں پڑاؤ کیا۔ اس جگہ درختوں کے کئی جھنڈ تھے۔ دوپہر کا وقت تھا۔ صحابہؓ ان درختوں کے سائے میں سوگئے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ایک درخت کے نیچے اکیلے آرام فرما رہے تھے۔ آپؐ کی تلوار درخت کی شاخ سے لٹکی ہوئی تھی۔ ایک بدو جو پہلے سے موقع کی تاک میں تھا۔ چپکے سے آیا اور آپؐ کی تلوار نیام سے نکال لی اور آپؐ کے سامنے آگیا۔ بدو نے آپؐ سے پوچھا "اے محمدؐ! بتاؤ اب تمہیں کون بچا سکتا ہے؟"

حضورؐ نے نہایت سکون اور اطمینان سے فرمایا، "اللہ"۔

یہ سنتے ہی بدو کے ہاتھ سے تلوار گر پڑی۔

اونٹ کا سوداگر

ابوجہل نے ایک شخص سے ادھار اونٹ خریدا۔ لیکن رقم ادا نہیں کی۔ سوداگر نے مایوس ہوکر قبیلۂ قریش کے اجتماع میں کہا "اے قریش تم میں سے کوئی جوان مرد ہے جو ابوجہل سے مجھے میرا

حق دلا دے۔"

ایک شخص نے ازراہِ تمسخر محمد رسول اللہ ؐ کی طرف اشارہ کرکے کہا، محمد ابوجہل سے تمہارا حق دلادیں گے۔ سوداگر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا، ابوالحکم بن ہشام نے میرا حق دبا رکھا ہے۔ میں ایک غریب مسافر ہوں۔ قریش کا کہنا ہے کہ آپ میرا حق واپس دلائیں گے۔ آپ پر اللہ مہربان ہو مجھے میرا قرض واپس دلادیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لے گئے اور ابوجہل کے گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا، ابوجہل باہر آگیا۔ چہرۂ اقدس پر نظر پڑتے ہی ابوجہل گھبرا گیا اور خوف سے اس کا چہرہ زرد پڑگیا۔ آپ ؐ نے فرمایا، "مسافر کا حق ادا کردو۔" ابوجہل بدحواسی کے عالم میں اندر گیا اور رقم لاکر سوداگر کو دے دی۔

اللہ کا رسول

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت بلال ؓ کو کعبہ شریف میں اذان کہنے کا حکم فرمایا۔ حضرت ابوسفیان ؓ بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام کے ہمراہ کعبہ کے صحن میں بیٹھے تھے۔ دو افراد اس وقت تک اسلام میں داخل نہ ہوئے تھے۔ عتاب بن اسید نے

کہا کہ میرے باپ اسید کو اللہ نے یہ آواز سننے سے بچالیا۔ حارث بن ہشام بولے خدا کی قسم میں اگر یہ سمجھتا کہ محمد رسول اللہ ؐ حق پر ہیں تو میں ان کا پیروکار ہوجاتا۔ ابوسفیان بولے میں کوئی بات نہیں کہتا کیونکہ اگر میں نے کوئی بات کہہ دی تو یہ کنکریاں جو ہمارے آس پاس ہیں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر کردیں گی۔

مغربی حاجی ....؟

عیسائیوں نے سازش کی کہ حضور ؐ کے جسمِ اطہر کو قبر سے نکال کر لے جائیں۔ نورالدین زنگی تہجد گزار بادشاہ تھا۔ اس نے خواب میں دیکھا کہ حضور ؐ دو سرخ فام اشخاص کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے ہیں، "نورالدین مجھے ان دونوں سے بچا۔"

سلطان نے بیدار ہوکر وضو کیا، نوافل ادا کرکے سوگیا۔ دوسری بار پھر اس نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا کہ حضور ؐ انہی دو سرخ رنگ اشخاص کی طرف اشارہ کرکے فرما رہے ہیں، "نور الدین مجھے ان دو کتوں سے بچا۔"

سلطان نے نوافل ادا کئے پھر سوگیا۔ تیسری بار اس نے پھر وہی خواب دیکھا۔ ایک ہی رات تین بار حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے ایک کام کا حکم دیا تھا۔ سلطان نے اپنے وزیر مردِ صالح جمال

الدین موصلی کو طلب کیا اور اس سے مشورہ کیا۔ جمال الدین موصلی نے کہا، "آپ یہاں کیسے بیٹھے ہیں۔ آپ کو حضورؐ نے طلب فرمایا ہے۔ فوراً روانہ ہوجائیے۔ یقیناً مدینہ میں کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آیا ہے۔ جس کے لئے حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی طرف سے آپ کو بلایا گیا ہے۔"

سلطان نورالدین تیز رفتار سواریوں پر بیس آدمیوں کے ساتھ مدینہ روانہ ہوا۔ جمال الدین موصلی ایک ہزار اونٹ اور گھوڑے مال سے لاد کر لے گیا۔ سولہ دن سفر کرکے سلطان مدینہ پہنچا۔ اس نے اعلان کرایا کہ سلطان حضور علیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت کے ارادے سے آیا ہے اور اہلِ مدینہ میں تقسیم کرنے کے لئے بہت سارا سامان لایا ہے۔ تمام اہلِ مدینہ دعوت میں شریک ہوں۔

لوگ جوق در جوق دعوت میں شریک ہوئے۔ جو شخص آتا سلطان اسے غور سے دیکھتا تھا۔

اہلِ مدینہ آگئے تو سلطان نے پوچھا۔

"کیا کوئی باقی رہ گیا ہے؟"

لوگوں نے بتایا کہ اہلِ مدینہ میں کوئی باقی نہیں رہا البتہ دو مغربی حاجی نہیں آئے۔ یہ گوشہ نشین حاجی دن رات اپنے حجرے میں عبادت کرتے ہیں۔ محتاجوں کو اکثر صدقہ دیتے رہتے ہیں۔ محفل

میں شریک نہیں ہوئے۔"

سلطان نے حکم دیا کہ دونوں کو حاضر کیا جائے۔

سلطان نے انہیں دیکھتے ہی پہچان لیا۔سلطان نے پوچھا:

"تم کون ہو اور کہاں سے آئے ہو؟"

انہوں نے جواب دیا" ہم حج کرنے کے لئے آئے ہیں۔"

سلطان نے دریافت کیا کہ یہ لوگ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟لوگوں نے بتایا حجرہ شریف کے قریب رباط میں رہتے ہیں۔

سلطان نے دونوں کو گرفتار کرنے کا حکم دیا اور جہاں وہ رہتے تھے اس جگہ کی تلاشی لی، مگر وہاں صدقہ ،خیرات کے لئے بہت سا مال ،قرآن مجید اور وعظ و نصیحت کی کتابوں اور مال و اسباب کے علاوہ کچھ نہیں ملا۔لوگوں نے ان کی پارسائی کی شہادت دی ،تعریف کی اور بتایا کہ یہ دونوں حاجی بڑے سخی اور فیاض ہیں۔سارا دن روزہ رکھتے ہیں ،روضہ شریف پر حاضر ہوکر درود و سلام پڑھتے ہیں،ہر صبح جنت البقیع کی زیارت کرتے ہیں اور ہر شنبہ کو زیارت کے لئے قباء جاتے ہیں۔کسی سائل کا سوال رد نہیں کرتے، ان کی فیاضی کی وجہ سے مدینے میں کوئی محتاج نہیں رہا۔ سلطان نے زیادہ توجہ سے تلاشی لی تو مصلہ کے نیچے تہہ خانہ نظر آیا۔ جہاں سے سرنگ حجرہ شریف کی طرف کھودی گئی تھی ۔ تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ

حاجیوں کے بھیس میں وہ شیطان کے نمائندے تھے اور جسم اطہر کو نکال کر لے جانا چاہتے تھے ۔وہ شیطان صفت لوگ رات کو سرنگ کھودتے تھے ۔سرنگ کھودنے سے جو مٹی نکلتی تھی وہ چمڑے کی تھیلوں میں بھر کر علی الصبح جنت البقیع میں قبروں پر ڈال آتے تھے۔ کھدائی مکمل ہو چکی تھی،اور حجرہ کے قریب پہنچ چکے تھے۔اگلی صبح سلطان نور الدین زنگی نے انہیں گرفتار کرلیا۔ سلطان نے ان دونوں کو قتل کرادیا۔ سلطان نور الدین زنگی اس عظیم مقصد کے لئے اپنے انتخاب پرسجدے میں گرکر خوب رویا۔سلطان نے حجرہ شریف کے گرد پانی کی تہہ تک خندق کھدوائی اوراس خندق کو پگھلے ہوئے سیسہ سے بھروا دیا ۔روایت کےمطابق یہ واقعہ ۵۵۵ ہجری میں پیش آیا۔